C.D.
412

تاریخ خوارج

تصنیف: عمر ابو النصر

ترجمہ و تہذیب: رئیس احمد جعفری ندوی

مقبول اکیڈمی ۴-اے شاہ عالم مارکیٹ
پوسٹ بکس ۴۶۹
لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اہتمام: ملک مقبول احمد

مطبوعہ: اردو پریس لاہور

قیمت: [redacted] روپے

مقبول اکیڈمی لاہور

گرچہ تھے صفحۂ ہستی پہ ہم اک حرف غلط

لیکن اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے

●

فہرستِ مباحث

پیرایۂ آغاز ________ ۲۳
حرفِ اوّل ________ ۲۷
مسئلہ خلافت ________ ۳۱
انتخاب و توارث کی بحث،
مسئلہ تحکیم،
عمرو بن عاص کی کارفرمائیاں،
ابن عاص کی حکمت عملی،
حکمین نے اپنے حدود سے تجاوز کیا،
علی اور معاویہ ایک صف میں،
ابوموسیٰ اشعری ابن عاص کے ہاتھ میں،
مسئلہ خلافت پر نزاع و کشمکش،
سقیفہ بنو ساعدہ کا اجتماع،
عثمان کا دورِ فرمانروائی،

علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ،
طلحہ ، زبیر اور عائشہ ،
فیصلہ تلوار کے ذریعے ،

خوارج ـــــــــــــــــــــــــــ ۴۱

علی سے اقرارِ کفر کا مطالبہ ،
علی کی طرف سے سعیٔ مصالحت ،
علی اور خوارج میں جنگ ،
معرکۂ نہروان کے بعد ،
خطرناک فیصلہ ،

خوارج کی اصل و حقیقت ـــــــــــــــــــ ۴۵

معاویہ کا قول خوارج کے بارے میں ،
اسلام میں مذہبی فرقوں کا مرکز و مصدر
عراق کیوں نئے فرقوں کا مصدر تھا ،
مسلم معاشرہ پر اجنبی اثرات ،
عیسائی مسلمانوں کی ماتحتی میں ،
مسلمانوں کی رواداری مسیحیوں سے ،
مجوس کے ساتھ مسلمانوں کا حسنِ سلوک ،
مسیحی اور پارسی عورتیں مسلمان گھروں میں

قبیلۂ بنو تمیم اور نو مسلم عجم ،
اہلِ فارس خوارج کے ساتھ تھے ،
فرقۂ "نجدات" کا انجام ،
خوارج کا اثر و نفوذ
خوارج میں عرب اور غیر عرب سب شامل تھے ،

خوارج کا ظہور ———————— ۵۷

خوارج زیادہ تر بدوی عرب تھے ،
فتنہ اپنے نقطۂ عروج پر ،
قبائلِ عربیہ کی خصوصیت ،
سیاسی شورشیں اور تحریکیں ،
شرائطِ خلافت خوارج کے نزدیک ،
عثمان بن عفان کی سیاست ،
عثمان اور علی کا فرق ،
عثمان اور عمر کا فرق ،
عمر کا کردار جمیل و جلیل ،
منعماتِ وافرہ کا دور ،
عثمان کا خطاب شورش پسندوں سے ،
عثمان کی قاتل عمر کی سیرت ہے ،

خوارج اور علی ـــــــــــــــ ۶۷

خوارج کے متعدد گروہ ،
حالات کی ناموافقت ،
خوارج کو راہ راست پر لانے کی کوشش ،
علی کی خوارج سے گفتگو ،
علی کا پرچم امان ،
بعض خوارج تائب ہو کر علی سے مل گئے ،
علی کے راستے میں ایک نئی مشکل ،

معاویہ اور خوارج ـــــــــــــــ ۷۴

معاویہ سے "جہاد" کے لئے خوارج کی تیاریاں ،
خوارج کی شکست کا راز ،
معرکہ نخلیہ کی تفصیل ،

خوارج کوفہ میں ـــــــــــــــ ۷۷

خوارج کوفہ میں ،
خوارج سے مغیرہ کی چشم پوشی ،
مغیرہ کی تقریر رؤسائے قبائل کے سامنے ،
مغیرہ کی حکمت عملی ،
مغیرہ کا موقف ضعف پر مبنی تھا ،

مغیرہ کی پہلو تہی،
مغیرہ سکوت کو ترجیح دیتے تھے،
مغیرہ کا قول "مجھے یاد کرو گے"،

خوارج اور زیاد ـــــــــــ ۸۴

بصرہ کی اہمیت،
باشندگانِ بصرہ،
زیاد بن امیہ کا والی کی حیثیت سے تقرر،
عراق خلافات و خصومات کا گہوارہ
زیاد کی بے پناہ صلاحیتیں،
زیاد مسجد میں،
مسجد پارلیمنٹ بھی تھی،
سرکاری پالیسی کا اعلان مسجد میں ہوتا تھا،

زیاد کا پہلا لرزہ خیز خطبہ ـــــــــــ ۹۰

زیاد کے خطبہ پر ایک خارجی کی تنقید ـــــــــــ ۹۵

زیاد کی پالیسی،
زیاد پر اعتراض اور اس کا جواب،

زیاد کا دورِ حکومت ـــــــــــ ۹۷

دہشت انگیزی کا دور،

زیاد نے کوفہ کو بھی دہشت زدہ کر دیا،
ایک بے گناہ اعرابی کا قتل،
ایک بیباک خارجی زیاد کے سامنے،
کوفہ بھی زیاد کے ہاتھ میں،

زیاد کا حُسنِ سلوک خارجی عورتوں کے ساتھ ——— ۱۰۱

عورتوں کی لاشیں برہنہ کر کے پھنکوا دیں،
اس لرزہ خیز طرزِ عمل کا اثر،
خوارج کا ایک عجیب نظریہ،
زیاد کی طرف سے قتلِ عام۔
خوارج تقیہ نہیں کرتے تھے،
خارجی عورتوں کی بے مثل بہادری،
بلجاء : ایک خارجی خاتون،
بلجاء نے بھاگنے سے انکار کر دیا،

زیاد کے ہاتھوں خوارج کی دُرگت ——— ۱۰۶

ابو بلال خارجی کی بہادری،
خارجیوں کا دھوکے سے حالتِ نماز میں قتل،
ہر خارجی کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ،

خوارج کا عجیب و غریب کردار ـــــ ۱۰۹

زیاد کا ایک خارجی سے سوال و جواب ،
ابو بلال کا ایک ناقابلِ فراموش کردار ،
خوارج جمہوریت کے علمبردار تھے ،
خوارج کا دستور ،

خوارج کے عقائد اور ان کے فرقے ـــــ ۱۱۴

خوارج کا نعرہ ،
خلافت کا نظریۂ خلافت ،
سیاست اور مذہب کا امتزاج ،
مرتکب گناہِ کبیرہ کافر ،
خارجیوں کے بے لچک عقائد ،
فرقۂ نجدات کے عقائد ،
فرقۂ اباضیہ کے افکار ،

خوارج کے خصوصیات و ممیزات ـــــ ۱۱۷

تاریخ خوارج پر تحقیقی نظر ،
خارجی عورتوں کی دلیری ،
خوارج نے ابن زبیر کا ساتھ دیا ،
خوارج کا ابن زبیر سے اختلاف ،

خوارج مجموعۂ اضداد تھے،

نافع بن ازرق اور دوسرے سرداران خوارج ——— ۱۲۱

نافع نے مکہ کا دفاع کیا تھا،

نافع سے اس کے ساتھیوں کا اختلاف،

خوارج کس درجہ غلو پسند تھے،

ابن اباضؔ کا اختلاف،

اہل بصرہ نافع کا نام سن کر سہم گئے،

ابن ماحوز کی کارفرمائیاں،

مہلب نے کن شرائط پر خوارج کا مقابلہ کیا،

مہلب اور خوارج ——— ۱۲۸

خالص عرب خاندان،

مہلب کے جنگی کارنامے

مہلب کی قدروقیمت بڑھ گئی،

مہلب سے اہل بصرہ کی استدعا "ہمیں بچائیے"

مہلب ماہر فنون جنگ تھا،

دشمن کے کمزور پہلو کو تاڑ جاتا تھا،

مہلب نے تاجروں سے چندہ لیا،

مہلب نے خوارج کا تعاقب شروع کر دیا،

مہلب کے چچا کا قتل خوارج کے ہاتھوں،
رجالِ مہلب کو خوارج نے بھگا دیا،
صاحبِ سیاست، صاحبِ ریاست،
مہلب پر خوارج کا ایک اور حملہ،

مختار سے جنگ میں مہلب کی شرکت ——— ۱۳۷

مہلب عراق میں،
خوارج کے سربرآوردہ اصحاب کا قتل،
خوارج چھاپے مارتے رہتے تھے،
خوارج نے اصفہان کا محاصرہ کرلیا،
خوارج کا نیا سردار "قطری"،

جنگ کے شعلوں میں ——— ۱۴۲

مسلسل اور متواتر جنگ،
خوارج کے نہ مٹنے والے نقوش،
خوارج کے عجیب وغریب اصول،
لطیف حوادث،
مہلب کی شوخ طبعی،
خوارج کا طنزِ لطیف،
میدانِ جنگ سے باہر دوست،

اغانی کی ایک دل چسپ روایت ،

جنگ خوارج کے بعض پہلو ـــــــــ

قطری سردارِ خوارج کی کامیابیاں ،
مہلب کو خوارج جادوگر کہتے تھے ،
مہلب قبائلی تعصب کا شکار بنایا گیا ،
مہلب نے اپنا نرخ بڑھا دیا ،

حجاج بن یوسف میدان میں ـــــــــ

حجاج کا اہلِ عراق سے ایک سوال ،
حجاج مہلب کو اکساتا رہتا تھا ،
حجاج مہلب سے مطمئن نہ تھا ،
مہلب اور حجاج کی تلخ خط و کتابت ،

شبیب خارجی ـــــــــ

تاریخ خوارج کی انمول شخصیت

مہلب کی نئی چال ،
شبیب کی شخصیت ،
صالح بن مسرح ،
شبیب سخت مزاج تھا ،

شبیب امام خوارج بن گیا ،
حجاج کی برہمی اپنے فوجی افسر پر ،
حجاج کی بے قراریاں ،
خوارج سے گھسان کی لڑائیاں ،
شبیب مدائن میں ،
شبیب کوفہ میں ،
حجاج شبیب کی کامیابیوں سے سراسیمہ ہوگیا ،
شبیب کی دھاک بیٹھ گئی ،
حجاج کی طرف سے سپاہِ شام کی طلبی ،
حجاج کے غلام کا شبیب کے ہاتھوں قتل ،
حجاج میدانِ جنگ میں ،
غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی ،
خوارج سے لشکر مخالف ڈرتا تھا ،
شبیب کی غرقابی ،
شبیب کی لاش کے ساتھ بدسلوکی ،
شبیب کی بہادری ،
عبرت انگیز حوادث ،

مکر و حیلہ سے خوارج کو شکست دینے کی تدبیریں ـــــ ۱۷۱

مہلب کا فیصلہ ،

خوارج میں اختلاف باہمی ،
جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا ،
مہلب اور اس کے بیٹوں کی جنگ ،
مہلب نے کس طرح خوارج کو آپس میں لڑایا ؟
مہلب کی ایک اور سازش ،
قطری سے لوگ ٹوٹنے لگے ،
خوارج کی دو جماعتوں میں جنگ ،
مہلب اور حجاج کا نظریاتی اختلاف ،
سخت ترین جنگ ،
رقاد ، ایک عرب سورما ،
ایک خارجی عورت کی میدان جنگ میں بہادری ،

خوارج کا باہمی اختلاف انھیں لے ڈوبا —— ۱۸۰

عبد ربہ الکبیر : نیا سردار خوارج ،
مہلب کے کارناموں پر حجاج کا اظہار مسرت ،
مہلب نے تعاقب جاری رکھا ،
عبد ربہ کی دل ہلا دینے والی تقریر ،
اپنی نوعیت کا واحد معرکہ ،
مہلب کی رپورٹ حجاج کو ،

حجاج کا جشنِ مسرت ———— ۱۸۵
مہلب کا قاصد،
حجاج کا سوال قاصد کا جواب،
مہلب حجاج کے حضور میں،
اللہ کی تلوار،
رقاد کا تعارف حجاج سے،
انعامات کی بارش،

کٹے ہوئے سر حجاج کے حضور میں ———— ۱۸۹
قطری کی اتفاقیہ ہلاکت،
دشمن کے کٹے ہوئے سر،

مستشرقینِ یورپ اور خوارج ———— ۱۹۱
مذہبِ خوارج پر ایک نظر،
خوارج کا نظریۂ خلافت،
نظریۂ خلافت میں تبدیلی،
خوارج ابنائے صحرا تھے،
تعلیماتِ خوارج پر ایک نظر،
تمسک بالقرآن میں شدت،
خوارج کے افکار وخیالات،

عجیب وغریب نظریات ،

خارجی فرقے

ازارقہ ——— ۱۹۶

نجدیہ ——— ۱۹۹

بیہسیہ ——— ۲۰۲

اباضیہ ——— ۲۰۴

صفریہ ——— ۲۰۶

خوارج کا خاتمہ ——— ۲۰۹

عراقی امویوں کے کیوں دشمن تھے ؟
خوارج کی مسلسل بغاوت ،
خوارج کی حکومت ،
خوارج کی آخری بغاوت ،
خارجی تحریک مغرب میں ،
خوارج ٹیونس اور الجزائر میں ،
خوارج عمان اور زنجبار میں ،

یہ تھے خوارج ـــــ ۲۱۳

مصادر اور ماخذ ـــــ ۲۲۰

پیرایۂ آغاز

اسلام کی تاریخ میں خوارج ایک جداگانہ، ممتاز اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ اسلام کی تاریخ درحقیقت جرأت و دلیری، ہمت و حوصلہ، ایثار و قربانی اور اقدام و عمل کی تاریخ ہے، خوارج کی تاریخ بھی یہی ہے۔ لیکن انفرادیت کی مخصوص شان کے ساتھ۔ اس انفرادیت میں جلال بھی ہے، اور جمال بھی۔ جہالت بھی ہے اور صراحت بھی، رحم بھی ہے اور قساوت بھی۔ رواداری بھی ہے اور شدت بھی۔ تنگ نظری، تنگ خیالی اور تنگ دلی بھی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وسعتِ نظر، وسعتِ خیال اور وسعتِ قلب بھی، دین کے لئے کٹ مرنے کا جذبہ بھی ہے۔ اور دین کی خاطر ساری دُنیا کی عام طور پر اور اختلاف رائے رکھنے والے مسلمانوں کی خاص طور پر گردنیں کاٹ ڈالنے کا حوصلہ بھی

یہ عجیب لوگ تھے!

جنگ کے میدان میں مردِ میداں۔

مسجد میں قرآن خواں اور عابدِ شب زندہ دار، گھر میں صائم النہار۔

یہ مٹھی بھر لوگ جب تک بالکل ختم نہ کر ڈالے گئے، وقت کی سب سے بڑی حکومتوں سے۔ اُن حکومتوں سے جنھوں نے روم و فارس کی عظیم الشان، تہذیب

آفریں، خلاقِ تمدن اور مؤسسِ آئینِ جہاں بانی حکومتوں کا بساطِ شوکت و اقبال آن کی آن میں اُلٹ کر رکھ دی تھی۔ تعداد کی کمی، وسائل و ذرائع کی نایابی اور داخلی و بیرونی موانع کے باوجود، لڑے اور زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے۔ امویوں اور عباسیوں کو جب تک خوارج زندہ رہے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

اسلام میں یہ سب سے پہلی جماعت ہے جو جمہوریت کا علم لے کر اٹھی، اور یقیناً اپنے پرچم تلے یہ سارے عالمِ اسلام کو جمع کر لیتی اگر حد سے زیادہ انتہا پسند نہ ہوتی۔ اگر کچھ بھی رودار ہوتی، اگر بے گناہوں اور بچوں، عورتوں بیماروں اور ضعیفوں کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوتے۔ لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اس نے یہ خونریزیاں اور سفاکیاں اپنے زعمِ باطل میں حسبۃً للہ اور کارِ ثواب سمجھ کر کیں!

بہرحال گمراہ اور خاطی ہونے کے باوجود اس جماعت نے زندگی کے مختلف میدانوں میں اور گوشوں میں جو یادگاریں چھوڑی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ نظر انداز کر دی جائیں، وہ ایک مستقل قدر رکھتی ہیں اور تاریخ کے اوراق انھیں ہمیشہ کے لئے یاد رکھنے اور نہ بھولنے پر مُصر ہیں!

خوارج پر مسلمان مؤرخوں کے علاوہ مستشرقینِ فرنگ نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن یہ سارا مواد اسلامی اور غیر اسلامی تاریخوں میں، نیز کتبِ ادب و محاضرات میں ایسا بکھرا ہوا ہے کہ ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں۔ اُردو اور فارسی تو کجا عربی زبان میں بھی اس موضوع پر مفصل تو کیا مختصر بھی کوئی مستند کتاب موجود نہیں تھی۔

لیکن لبنان کے مشہور ادیب اور مؤرخ عمر ابو النصر نے اس طرف توجہ کی اور ایک مختصر سی کتاب لکھ ڈالی، مختصر ہونے کے باوجود کتاب اس درجہ دل چسپ، اور ساتھ ہی ساتھ مستند ہے کہ میں نے طے کرلیا اسے اُردو میں ضرور منتقل ہونا چاہیئے۔

نئے عرب مصنفین اپنی کتابوں میں بہت زیادہ مواد دیتے ہیں، یہ تو حُسن ہوا لیکن خرابی یہ ہے کہ تکرار و اعادہ سے باز نہیں آتے۔ اختصار کے مواقع پر طولِ کلام اور تفصیل کے موقع پر ایجاز و اختصار سے باز نہیں آتے، سنجیدہ مباحث میں حکایت کا جوش ضرور دکھاتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی یہ خوبی اور کوتاہی موجود ہے۔ جسے حد کے اندر رکھنے کی میں نے حتی الامکان سعی کی ہے۔

یہ کتاب اپنی معنویت اور افادیت کے لحاظ سے غیر معمولی طور پر اہم ہے امید ہے اربابِ نظر اسے شرفِ قبول عطا فرمائیں گے!

رئیس احمد جعفری (ندوی)

۸۹ ٹیگور پارک۔ لاہور

حرفِ اوّل

ایک عرصۂ دراز تک ان اشخاص و رجال کے حالات و سوانح کا مطالعہ میرے شب و روز کا بہترین مشغلہ رہا، جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہایت ہی سنگین احوال و حوادث سے دوچار ہوئے۔ یہی وہ دور ہے جب اختلافِ باہمی اس حد تک پہنچے کہ خلیفۂ ثالث عثمانؓ بن عفان قتل کر دیئے گئے، اور مروانی حکومت ایک ٹھوس حقیقت بن گئی۔

فتنِ اسلامیہ اور اختلافاتِ داخلیہ کے احوال و کوائف پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ چنگاری شرق سے لے کر غرب تک دولتِ عربیہ میں بھڑکی، یہی تھی جس کے باعث ہولناک جنگیں لڑی گئیں، اُمتِ واحدہ جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔

مؤرخینِ سابقین میں سے کئی اصحاب تھے جنھوں نے وصفِ اشخاص اور نقدِ رجال کی اس پُرخطر وادی میں قدم رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب بحث و تمحیص پر آمادہ ہوئے تو ادب نے اُن کا قلم پکڑ لیا اور تقدیس نے ان کی زبان بند کر دی۔ کوئی بھی فریضۂ انتقاد انجام نہیں دے سکا۔ کیونکہ لوگوں میں یہ خیال عام تھا اور اس نے عقیدۂ راسخ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ کہ اس موضوع پر

وہی قلم اٹھا سکتا ہے جو گمراہ اور گنہ گار ہو۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عہدِ خلفائے راشدین کے اشخاص و رجال بھی ویسے ہی آدمی تھے جیسے ہم ہیں۔ خدا نے انھیں معصوم نہیں قرار دیا ہے، نہ قرآن کریم نے انھیں ہر لغزش سے بری قرار دیا ہے۔ نہ سنتِ نبوی سے یہ ثابت ہے کہ اُن سے خطا سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔

انھوں نے شمشیرِ بے نیام کی، ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوئے۔ بعض نے بعض کو کفر کا متہم گردانا، ان میں آپس میں جنگیں برپا ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں ہزارہا ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ادب اور تقدس ہمیں تحقیق سے باز رکھ سکے۔

ابھی چند روز کی بات ہے کہ مشہور جرمن مستشرق ژول ویکی کی ایک کتاب میں پڑھ رہا تھا، اس نے قریش کے ان ابطال کی داستان بیان کی ہے جو اپنے دست و بازو کی مدد سے فارسی اور بیزنطینی شہنشاہیت کے وارث بنے، اس مطالعے نے میرے اندر فخر و ناز کی کیفیت پیدا کر دی، پھر میں نے دنیائے عرب پر ایک نظر ڈالی، ماضی کی دُنیا میں عجیب عجیب نام میرے سامنے آئے، عجیب عجیب شخصیتوں سے میں دوچار ہوا۔ وہ شہیدانِ راہِ حق میری نظروں کے سامنے سے گزرے جنھوں نے اللہ، محمدؐ اور وحدتِ عربیہ کے راستے میں موت کو لبیک کہا تھا۔

اسی تلاش و جستجو میں ان شہیدوں اور مردانِ کار کے نقوشِ قدم تلاش کرتا ہوا نہ جانے کہاں کہاں میں پہنچا، میری نگاہِ تصور نے دمشق کا عہدِ عروج دیکھا۔ عراق کی ناقابلِ فراموش شوکت و جلالت کا مشاہدہ کیا، غرناطہ کے باغ و چمن

میری نظروں سے گزرے ہیں، اُن صحراؤں میں پہنچا جو مصر اور اندلس کے مابین واقع ہیں، میں نے ہند اور سندھ کی سرحدیں دیکھیں اور سوچنے لگا کہ ہمارے یہ بڑے، کتنے بڑے تھے۔ جنھوں نے ایک نئی دُنیا پیدا کردی۔ عدل اور آزادی کی دُنیا، فراغِ خاطر اور سکون و اطمینان کی دُنیا۔

خدا اس عرب قوم کو شاد کام اور بامُراد رکھے۔ وہ اسی قوم کے قرشی اور غیر قرشی افراد تھے جنھوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک کے دیار و امصار فتح کر لئے، جو آج اس دُنیا میں نہیں ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک ایسی داستانِ جمیل چھوڑ گئے ہیں جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتی، یہ داستان ہے امتِ عربیہ اور دینِ اسلام کی، یہ وہ قصّہ ہے جس کے ابواب و فصول عربوں نے اپنے خون اور پسینے سے لکھے ہیں۔ ان عربوں نے نہ اس طرح زندگی بسر کی جیسے عام لوگ بسر کرتے ہیں، نہ ایسی موت قبول کی جو عام لوگوں کے حصّے میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نبوّت اور وحی و الہام سے مشرف کیا۔

میں نے ان ابطال کی داستانیں پڑھیں، حالات تلاش کئے، یہ وہ لوگ تھے جو کبھی صحرائے مکّہ اور مضافاتِ مدینہ میں شتربانی کیا کرتے تھے۔ پھر میں نے اُن کے وہ نقشِ قدم دیکھے جب یہ افواجِ گراں اور عساکرِ قاہرہ کے سپہ سالار بن کر یہاں سے نکلے، انھوں نے بڑے بڑے شہروں کی بنیاد ڈالی۔ روم اور فارس کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ وہ تھے جنھوں نے بسترِ راحت پر گھر یا خیمہ کے اندر مرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انھیں تلوار کا گھاؤ یا نیزے کا زخم بہت عزیز تھا!

ان صفحات میں خوارج کی تاریخ بیان کی گئی ہے، یہ وہ جماعت تھی جو اسلام میں جمہوریت کا پرچم بلند کر کے سب سے پہلی مرتبہ نمودار ہوئی، اگرچہ کامیاب نہ

ہو سکی۔ گو اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس جماعت نے اپنے عقیدہ اور فکر کی زیادہ سے زیادہ اور گراں سے گراں قیمت ادا کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اس کی شجاعت اور دلیری، سرفروشی اور جاں نثاری شک و شبہہ سے بالا ہے۔

یہ دور تاریخ عرب و اسلام کا نہایت ہنگامہ خیز دور ہے۔ جمہوریت کے قیام و بقا کے لئے نصف صدی تک یہ جماعت امویوں سے ہر موقع اور ہر مورچے پر نہایت دلیری اور بیباکی کے ساتھ لڑتی رہی، اسے زیر کرنے اور تباہ کرنے میں امویوں کو بڑی بڑی مشکلوں سے دوچار ہونا پڑا۔ شاید بزنطینی حکومت سے جنگ و پیکار میں بھی اتنا نقصان نہ اٹھانا پڑا ہو گا جتنا خوارج سے اٹھانا پڑا۔ لیکن بہرحال اس جماعت کو نیست و نابود کرنے اور تباہ و برباد کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے۔

مسئلہ خلافت

اختلاف، نزاع اور کشمکش کی تاریخ

فتوحاتِ اسلامیہ عربیہ کا دور عثمانؓ بن عفان کے اوائلِ خلافت میں ختم ہو گیا اموی حکومت تقریباً پچاس سال فتنوں، بغاوتوں اور داخلی اختلافات میں الجھی رہی۔

انتخاب و توارث کی بحث

ان بغاوتوں اور سرتابیوں کا اصل سبب مسئلہ خلافت تھا۔ یعنی یہ کہ خلافت انتخاب سے منعقد ہونی چاہیے یا وراثت سے۔

جو لوگ یہ رائے رکھتے تھے کہ خلافت انتخاب سے منعقد ہونی چاہیے ان میں خوارج، بعض صحابہ اور جمہور مسلمین کا بہت بڑا طبقہ شامل تھا۔

جو لوگ خلافت کو وراثت پر مبنی قرار دیتے تھے وہ شیعہ تھے، یعنی انصارِ امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالبؓ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت علی کا حق ہے، پھر ان کی اولاد کا، یہ لوگ امامت کو ایمان کا جزو قرار دیتے تھے۔ اور جو چیز ایمان کا جزو ہو اسے جمہور مسلمین کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ نظریۂ انتخاب کی تائید میں تھے ان میں جمہور مسلمین

کا بہت بڑا طبقہ شامل تھا۔ اس طبقے نے اغراضِ سیاسیہ کے ماتحت گو تلوار نہیں اٹھائی، لیکن بہت قوی تھا اور خلافتِ علی کی تائید کرتا تھا۔ انھیں خلیفۂ راشد تسلیم کرتا تھا۔ اس کے نزدیک خلافتِ راشدہ کا عہد ہر اعتبار سے بہتر اور برتر تھا۔

یہ صورت تو اس وقت تک تھی جب تک دولتِ امویہ کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب اموی برسرِ اقتدار آ گئے، معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی حکومت مستحکم کر لی، اور دیار و امصارِ عربیہ پر اپنا قبضہ مکمل کر لیا تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کیا۔ اس طرح دولتِ عربیہ میں ایک نئی جماعت پیدا ہو گئی جو خلافت کو بادشاہت کا رنگ دینے لگی۔ بعض مسلمانوں نے اس حزبِ جدید کی تائید کی بعض نے مخالفت، مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش خوارج اور شیعہ تھے۔

خوارج اس پالیسی کے حد درجہ قولاً اور فعلاً مخالف تھے، انھوں نے پوری قوت اور شدت سے امویوں کا مقابلہ کیا۔ اس کتاب میں وہ سیاسی معرکہ آرائیاں وضاحت کے ساتھ بیان کی جائیں گی جو امویوں اور خوارج کے مابین برپا ہوئیں۔ اور اس وقت تک جاری رہیں جب تک مہلب بن ابی صفرہ وغیرہ کبارِ قواد نے خوارج کو بالکل نیست و نابود نہ کر دیا۔

مسئلۂ تحکیم

خوارج کا ظہور پہلے پہل معرکہ صفین کے بعد ہوا۔ جو انصارِ علیؓ اور جندِ معاویہ کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ واقعہ ۲۰ جولائی ۶۵۷ء کا ہے۔

اس معرکہ میں مکمل طور پر انصارِ علی کی کامیابی ظاہر ہو چکی تھی، اگر وہ حیلہ بروئے کار نہ لایا جاتا جو عمرو بن عاص نے سمجھا دیا تھا۔ معاویہ کے لشکریوں نے نیزوں کی نوک پر قرآن مجید بلند کئے اور انصارِ علی کو حکمِ قرآن کی روشنی میں اختلافات دور

کرنے کی دعوت دی۔ پہلے پہل حضرت علیؓ نے تحکیم کی چال قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن خود ان کے لشکر نے انھیں مجبور کر دیا کہ تحکیم قبول کرلیں۔ چنانچہ ناگواری کے ساتھ انھوں نے اسے قبول کرلیا۔

تحکیم کے سلسلے میں نمائندوں کا مسئلہ بھی اختلافی بن گیا، خود علیؓ عبداللہ ابن عباسؓ کو نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن ان کا لشکر ابو موسیٰؓ اشعری کے نام پر اڑا ہوا تھا، ابو موسیٰؓ کو اپنا نمائندہ مان لینے سے علی کی سیاست میں ایک نیا رخنہ پیدا ہوگیا، اور یہ چیز آگے چل کر اور نمایاں ہوگئی۔

عمرو بن العاص کی کارفرمائیاں

معاویہ کے مندوب عمرو بن العاص تھے جو اپنی حیلہ جوئی اور موقع شناسی کے لحاظ سے شہرتِ عام کے حامل تھے، اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ مجلسِ تحکیم کا انعقاد "اذرح" میں ہوگا۔ چنانچہ دونوں حکم یعنی ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص جو علی الترتیب علی اور معاویہ کے مندوب تھے وہاں پہنچ گئے۔

عمرو بن عاص کا شمار عرب کے غایت درجہ ہوشیار اور زیرک لوگوں میں ہوتا تھا، اس کے برعکس ابو موسیٰ مرنجان مرنج اور پرہیز گار شخص تھے۔ یہ پہلے کوفہ میں عثمان کے عامل تھے، پھر علی کے عہد میں بھی اس منصب پر قائم رہے، لیکن ان کی خلافت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ انصارِ علی کے زور دینے کے باعث وہ اسی طرح کوفہ کے عامل بنے رہے۔ جس طرح انصارِ علی کے اصرار نے انھیں حکم بنا دیا تھا۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب کوفہ سے امیر المومنین معرکہ جمل سے ذرا پہلے بصرہ کی طرف جا رہے تھے تو انھوں نے لوگوں کو امامِ قائم یعنی امیر المومنین کی مساعدت سے روکنے کی کوشش کی، اور انھیں ترغیب دی کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں، ان کی

دلیل یہ بھی کہ یہ زمانہ فتنہ کا زمانہ ہے اور فتنے کے زمانے میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے آدمی سے بہتر ہے۔ ان حالات میں یہ بات ذرا بھی تعجب انگیز نہیں ہے کہ ابن العاص نے ان کے اس غلو سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور ایسی بدترین صورت پیدا کر دی جس کا بہت دُور رس اثر تاریخ اور دولتِ عربیہ کے مستقبل پر پڑا۔

ابن عاص کی حکمتِ عملی

جو مصادر ہمارے سامنے ہیں اُن سے یہ بات اچھی طرح واضح اور ثابت ہوتی ہے کہ عمرو بن العاص نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ علی اور معاویہ دونوں خلافت کی صلاحیت سے محروم ہیں اور لوگ ان میں سے کسی کی خلافت بھی پسند نہیں کرتے، ابن عاص نے یہ بات کچھ ایسے انداز میں اور اتنی کثرت سے پیش کی کہ ابو موسیٰ اُن کے ہم رائے اور ہم خیال بن گئے۔ اور انھوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ کسی ایسے شخص کو منصبِ خلافت سونپنا چاہیئے جو ان دونوں شخصیتوں سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو، تاکہ امتِ مسلمہ میں جو تفرقہ ان دونوں کے باعث پیدا ہو گیا ہے وہ دُور ہو جائے۔ اور کھوئی ہوئی مرکزیت پھر حاصل ہو جائے۔

ان دونوں، یعنی ابن عاص اور ابو موسیٰ نے سارا زور اسی چیز پر دیا۔ لیکن جو اساسی اختلاف تھا یعنی قاتلانِ عثمان کی گرفتاری اور سزا یابی، اور جسے لے کر معاویہ میدان میں اترے تھے اور جس کے باعث شام میں انھوں نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی تھیں ذرا بھی زیرِ بحث نہیں آیا۔ عراقی اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے، کہ فیصلہ علی ابن ابی طالب کے حق میں ہوگا۔ کیونکہ سارے عالمِ اسلام میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہو کہ خلافت و امامت کے سلسلے میں وہ علی سے افضل ہے۔ اہلِ شام معاویہ کے ساتھ ہو کر اس بات پر جنگ نہیں کر رہے تھے کہ وہ معاویہ

کو بادشاہ یا خلیفہ بنا دیں، اُن کی جنگ و پیکار کی بنیاد یہ تھی کہ وہ عثمان کے قتل کا بدلا لینا چاہتے تھے۔ جو از راہِ ظلم و عدوان قتل کر دیئے گئے تھے، اور جنھیں بتایا گیا تھا کہ قاتلانِ عثمان علی کے لشکر میں موجود ہیں۔ اور علی انھیں سزا دینے اور حدِ شرعی جاری کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اہلِ شام نے تحکیم کا مقصد یہ سمجھا تھا کہ کس حد تک متبعینِ علی قتلِ عثمان میں شریک ہیں۔

لیکن ابن عاص نے اپنی حکمت علمی سے ابو موسیٰ کو ہم نوا بنا لیا، اور دونوں نے اصل اختلافی مسئلہ یعنی قاتلینِ عثمان کی نوعیت و کیفیت پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کی۔ ان دونوں نے حکم کی حیثیت سے نہ وجوہ اختلاف پر کوئی روشنی ڈالی نہ اسبابِ اختلاف پر کوئی فیصلہ صادر کیا۔ انھوں نے ایک ایسے مسئلے کو زیر بحث بنا لیا جو ان کے حدودِ اختیار سے باہر تھا جس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا انھیں کسی نے مجاز نہیں بنایا تھا جس کے بارے میں انھیں فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

حکمین نے اپنے حدود سے تجاوز کیا

حکمین یعنی عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری نے ایسے معاملات و مسائل پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا جن کا امرِ تحکیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ اس پر غور کرنے لگے کہ خلافت کی صلاحیت کون رکھتا ہے؟ اور کون نہیں رکھتا۔ انھوں نے ایک ایسی نئی چیز کو اپنا موضوعِ فکر بنا لیا جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا۔ انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے یہ چیز بالکل نئی تھی، اور خارج از بحث تھی!

ابو موسیٰ اس تحکیم میں علی رضہ کے نمائندہ تھے اور ان کا فرض یہ تھا کہ اپنے موکل کی مدافعت کرتے اور صفائی دیتے لیکن انھوں نے یہ سیدھا سادا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور اپنے موکل سے مشورہ تک نہیں کیا کہ وہ اس کی جگہ ایک

دوسرے شخص کو منتخب کرنے کی فکر میں ہیں ۔

علی اور معاویہ ایک صف میں

یہ صورت حال عمرو بن عاص کی پیدا کی ہوئی تھی، اور انھوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، اور معاویہ کو جن کی حیثیت صرف ایک عامل کی تھی، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ، علی کے مقابلے میں رکھ دیا، جن کی خلافت پر مسلمانوں کی غالب اکثریت بیعت کر چکی تھی،

لوگ معاویہ کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے تھے کہ وہ خونِ عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے میدان میں آئے ہیں اور اہلِ شام نے جو ان کا ساتھ دیا تھا تو اسی بنیاد پر، انھیں بیشک عثمان کے مظلومانہ قتل کا قلق تھا، لیکن وہ قطعاً معاویہ کے لئے نہ منصبِ خلافت کے طالب تھے نہ علی کی خلافت پر انھیں کوئی اعتراض تھا۔ لیکن ابو موسیٰ نے ــــــ غالباً اپنے طرزِ عمل کے مضمرات و نتائج کو سمجھے بغیر ــــــ معاویہ کو علی کا ہم پلہ مان لیا، اور اس طرح وہ اس راستہ کے رہرو بن گئے جسے بڑی ہوشیاری اور حکمتِ عملی سے عمرو ابن عاص نے تیار کیا تھا،

جب ابن عاص ابو موسیٰ کو اس موقف پر لے آئے تو ایسے ناموں پر گفتگو شروع ہوئی جن کی اکثریت منصبِ خلافت کی سزاوار نہ تھی، اور جمہور مسلمین ان میں کسی کی امامت پر بیعت نہیں کر سکتے تھے، لیکن ابن عاص نے ابو موسیٰ کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ علی اور معاویہ بہر حال اس منصب کے سزاوار نہیں ہیں اور عوام ہرگز ان کی خلافت گوارا نہیں کریں گے ۔ اور اگر یہ صورت حال قائم رہی تو اختلاف بھی باقی رہے گا، اور جو جنگ اب ذرا رکی ہے وہ پھر پوری شدت کے ساتھ بھڑک اٹھے گی، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ علی اور معاویہ کو بیک وقت، بیک مجلس برطرف

کر دیا جائے، اور مسلمانوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ خود جسے اس منصب کا اہل سمجھیں منتخب کرلیں، اور جسے چاہیں اپنی سیاست اور حکومت کا محور و مرکز بنالیں۔

ابو موسیٰ اشعری ابن عاص کے ہاتھ میں

کتنی عجیب بات ہے کہ جس شخص کو علی نے اپنے حقوق اور معاملات و امور کے دفاع و حفاظت کے لئے مندوب نامزد کیا تھا وہ یہ فیصلہ کر بیٹھا کہ اس کا موکل نااہل ہے۔ اسے میدان سے ہٹا دینا چاہیے اور یہ بات مسلمانوں پر چھوڑ دینی چاہیے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے معاملات کو روبراہ کرلیں۔

بلاشبہ ابو موسیٰ کو علی کی سیاست سے نقصانات پہنچے تھے۔ اور یہ نقصانات اصحاب علی کے باہمی اختلافات اور ظہور خوارج کے باعث پہنچے تھے۔

مسئلہ خلافت پر نزاع و کشمکش

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ خلافت مسلمانوں کے مابین شروع ہی سے ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، اسی اختلاف نے فرق اسلامیہ کے دو اہم ترین فرقے عصر اوّل میں پیدا کر دیئے۔ ہماری مراد شیعہ اور خوارج سے ہے۔

اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں اس دنیا سے کوچ فرمایا کہ اپنے بعد آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد نہیں کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ انصار نے اپنے میں سے ایک آدمی منتخب کرنے کا فیصلہ کرلیا، اور اسی مقصد کے ماتحت سقیفہ میں جمع ہوئے تاکہ اچھی طرح غور و فکر کے بعد کسی کو منتخب کرلیں۔ لیکن ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکے تھے کہ مہاجرین میں سے کچھ لوگ جن میں ابوبکر و عمر بھی تھے موقع پر پہنچ گئے، انھوں نے انصار کو ان کی رائے سے پلٹ دیا اور انھیں ابوبکر کی بیعت کرنے پر راضی کرلیا۔

سقیفہ بنو ساعدہ کا اجتماع سقیفہ کے اس اجتماع میں نہ علی موجود تھے نہ بنو ہاشم کا کوئی فرد، انھوں نے اس مناقشے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا جو مہاجرین و انصار میں مسئلہ خلافت سے متعلق دائر تھا اور جو بالآخر ابوبکر کی بیعت پر ختم ہوا۔ بہرحال جب یہ خبر بنو ہاشم کو پہنچی تو انھوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قرب رکھتا تھا وہی اس کا مستحق تھا کہ خلیفہ بنایا جاتا، اور یہ کہ بیعت بنی ہاشم بیعت ابی بکر سے افضل ہے"

یہیں سے اس فکر جدید کا اظہار ہوا جو لوگوں کی زبان پر اس مطالبہ کی صورت میں جاری تھی کہ ابوبکر کے مقابلے میں علی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس رائے کی تائید بنو ہاشم کے بعض لوگوں نے کی، لیکن اوساط اسلامیہ میں یہ رائے تائید نہ حاصل کر سکی۔ اور ابوبکر و عمر کے دور میں یہ مطالبہ بالآخر سکون اور سکوت سے بدل گیا۔ کیونکہ لوگ ان دونوں کے اخلاص دین اور عدل و انصاف کو دل سے مانتے تھے۔

عثمان کا دور فرماں روائی لیکن جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے اور انھوں نے امویوں کو اپنا دست و بازو بنایا، انھیں مناصب عطا کرنے شروع کئے۔ ان پر عطایا اور ہبات کی بارش شروع کر دی تو لوگ بھڑک گئے اور ان سے اور ان کی سیاست سے بیزار ہو گئے۔

اس صورت حال نے امویوں اور ہاشمیوں میں عصبیت کی آگ بھڑکا دی۔

اور اسلام نے جاہلیت کے جس جوش کو ختم کر دیا تھا وہ پھر سر اٹھانے لگا۔

اس انتشار کا نتیجہ یہ نکلا کہ علی کے داعی فریضۂ دعوت میں منہمک ہو گئے، اور عالمِ اسلام میں پھیل گئے۔ اور علی کے حق کا پرچار کرنے لگے۔ حالات روز بہ روز ابتر ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ متعدد شہروں میں عثمان کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی، اور اس وقت بجھی جب وہ قتل کر دئے گئے۔

علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت

قتل عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی۔ اس موقع سے معاویہ بن ابی سفیان نے پورا فائدہ اٹھایا۔ یہ شام میں عثمان کی طرف سے گورنر تھے۔ اور اچھی طرح جانتے تھے کہ علی ایک لمحہ بھی انھیں اس منصب پر برقرار نہیں رکھیں گے، چنانچہ خونِ عثمان کا مطالبہ لے کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور علی پر الزام لگایا کہ وہ گھر میں بیٹھے رہے اور خلیفۂ مقتول کی مدد نہیں کی جس سے باغیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی، اور بالآخر انھوں نے عثمان کو قتل کر دیا۔ انھوں نے علی پر یہ الزام بھی لگایا کہ ان کے لشکر میں قاتلانِ عثمان کی ایک جماعت موجود ہے۔

طلحہ، زبیر اور عائشہ

طلحہ اور زبیر نے اگرچہ علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی لیکن وہ بھی معاویہ کے ہمنوا بن گئے۔ طلحہ و زبیر کی تائید حضرت عائشہ نے بھی کی، کیونکہ بعض وجوہ سے وہ حضرت علی سے ناخوش تھیں، صحابہ میں سے بعض لوگ توقف کے مسلک پر عامل رہے۔ انھوں نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ جن میں زیادہ مشہور عبد اللہ بن عمر بن خطاب، سعد بن ابی وقاص بطلِ قادسیہ، اسامہ بن زید اور حسان بن ثابت وغیرہ تھے۔

فیصلہ تلوار کے ذریعے

علی نے ان لوگوں کا یہ موقف دیکھا تو سوچا کہ اب معاملہ تلوار ہی کے ذریعے فیصل ہوسکتا ہے۔ جیسا حروب ردّہ میں ابوبکر نے کیا تھا۔ چنانچہ جنگِ جمل برپا ہوئی، اور انھیں طلحہ، زبیر اور عائشہ صدیقہ سے برسرپیکار ہونا پڑا، اس جنگ میں وہ غالب آئے طلحہ اور زبیر قتل ہوئے۔

اس کے بعد صفین کا معرکہ برپا ہوا، اور معاویہ سے جنگ ہوئی۔ اور جب معاویہ نے محسوس کیا کہ اب مفر کی کوئی صورت نہیں ہے تو انھوں نے نیزوں کی نوک پر قرآن مجید بلند کرا کے کتاب اللہ سے تحکیم کا مطالبہ کیا جیسا کہ ہم شروع میں بتا چکے ہیں۔

خوارج

افکار و عقائد اور اقدام و عمل کی نیرنگی!

خوارج خالص عرب تھے، یہ لوگ علی کے لشکر میں شامل تھے۔ ان کی اکثریت بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھی۔ انھوں نے تحکیم کے بعد اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کہا تحکیم بہت بڑا گناہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم واضح اور جلی ہے۔ اور تحکیم شک کا دوسرا نام ہے، کیونکہ متحاربین میں سے ہر فریق اس شک میں مبتلا ہوتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کون برسر حق ہے اور یہی شک غلطی اور گناہ ہے۔

علی سے اقرار کفر کا مطالبہ

خوارج نے علی سے مطالبہ کیا کہ وہ گناہ بلکہ کفر کا اقرار کریں، یعنی یہ اقرار کریں کہ تحکیم قبول کر کے انھوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور معاویہ سے تحکیم کے بارے میں جو شروط طے پائے ہیں ان سے منحرف ہو جائیں۔ اس صورت میں وہ ان کا ساتھ دیں گے، ان کے لشکر میں پھر شریک ہو جائیں گے۔ اور ان کے رفیق بن کر معاویہ سے مقابلہ کریں گے۔

علی نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، انھوں نے کہا میرے اور معاویہ کے مابین ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور اب میں اسے توڑنے پر تیار نہیں ہوں۔ باقی رہا کفر کا معاملہ تو میں اس کا اقرار کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میں نے خدا کو ماننے کے بعد سے کبھی بھی کفر کا ارتکاب نہیں کیا۔

علی کی طرف سے سعیٔ مصالحت علی نے مختلف اسباب اور وسائل اختیار کر کے خوارج سے اتفاق پیدا کرنے کی اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ صفین سے جب وہ کوفہ جارہے تھے تو خارجیوں نے اپنے ایک اجتماع میں فیصلہ کیا کہ علی کا ساتھ چھوڑ دینا چاہیئے، چنانچہ ان کی رفاقت ترک کردی، اس موقع پر ان کے ایک خطیب نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اما بعد!

خدا کی قسم ان لوگوں کے لیئے جو خدائے رحمٰن پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن کے حکم پر سر جھکاتے ہیں یہ زیبا نہیں ہے کہ اس دنیا سے مغلوب ہو کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور قول حق سے باز آجائیں"

علی اور خوارج میں جنگ خوارج کوفہ سے قریب ایک قریہ میں جس کا نام حروراء تھا پہنچے، وہاں انھوں نے ایک شخص عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنالیا۔

علی نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے، اور اشتراک و تعاون پر آمادہ نہیں ہوتے تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا، اور معاویہ سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اسی اثناء میں انھیں اطلاع ملی کہ خوارج نے ایک صحابیٔ رسول عبداللہ بن خبّاب اور ان کی بیوی کو محض اختلاف رائے کی بناء پر قتل کر دیا، علی نے اُن کے پاس ایک قاصد بھیجا تا کہ وہ صحیح حالات معلوم کرے، خوارج نے اُسے بھی قتل کر دیا۔ ۳۷ھ میں علی اپنا لشکر لے کر ان خوارج

کے سر پر جا پہنچے، لیکن لڑنے سے پہلے انھیں موقع دیا کہ اگر اب بھی وہ اپنی غلط روی سے باز آجائیں تو انھیں امان حاصل ہو سکتی ہے۔ بعض نے یہ امان قبول کر لی، باقی نے انکار کر دیا۔ اب علی نے جنگ شروع کی، اور انھیں شکست فاش دے کر ان کی قوت پارہ پارہ کر دی۔

معرکۂ نہروان کے بعد

نہروان کا یہ معرکہ خوارج کو بالکل ختم نہ کر سکا، نہ ان کے انداز فکر اور اسلوبِ رائے میں کوئی تبدیلی کر سکا، البتہ اب ان میں مختلف جماعتیں مختلف مقامات پر پیدا ہو گئیں ــــ ان جماعتوں اور علی کے دستوں میں کبھی کبھی جھڑپیں بھی ہوتیں، لیکن سب سے عظیم اور پُرخطر جنگ وہ تھی جب خوارج کے ایک سردار ابو مریم نے کوفہ پر قبضہ کرنے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لئے چڑھائی کی۔

علی نے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ لڑائی ہوئی اور خوارج اپنی غیر معمولی دلیری اور شجاعت کے باوجود ذلت بخش شکست سے دوچار ہوئے۔

اسی طرح خریت بن راشد وغیرہ سرداران خوارج نے کئی مرتبہ علی سے جنگ کی، لیکن کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔

خطرناک فیصلہ!

آخر میں اس جماعت نے ایک بڑا اہم اور دور رس خفیہ فیصلہ کیا، وہ فیصلہ یہ تھا کہ علی، معاویہ اور عمرو بن عاص کو قتل کر دیا جائے۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو قتل کرنے میں یہ کامیاب ہو گئے

لیکن معاویہ اور ابن عاص بچ گئے۔ اور اب معاویہ کے سر خوارج سے نپٹنے کا بوجھ آن پڑا۔

خوارج کی اصل وحقیقت

مؤرخین اور مستشرقین کا اس باب میں اختلاف ہے کہ خوارج کی اصل کیا ہے؟ برونو (Brunnaw) کا خیال ہے کہ یہ بدوی تھے۔ جنھوں نے فتوحِ اولیٰ کے بعد کوفہ اور بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی،

ولہاؤزن کا قول ہے:

"خوارج اہلِ ردہ کے لوگ تھے جو عرب کے رہنے والے اور دیہاتی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حکومتِ اسلامی اولیٰ سے یہ برسرپیکار رہے۔"

معاویہ کا قول خوارج کے بارے میں

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برونو اور ولہاؤزن کے افکار و آراء میں جو خوارج سے متعلق انھوں نے ظاہر کئے ہیں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ یہ واقعہ ہے کہ باشندگانِ کوفہ اور بصرہ کی اکثریت بدوی عربوں پر مشتمل تھی، جنھوں نے جنگِ فارس میں بڑھ چڑھ کر ممتاز اور نمایاں طور پر حصہ لیا تھا، یہ لوگ جب نئے عربی شہروں یعنی بصرہ اور کوفہ میں پہنچے تو اپنے ساتھ فضائل اور مفاسد بھی لیتے گئے۔ خاص طور پر قبائلی تعصب تو ان کی رگ

رگ میں رچا ہوا تھا، اور یہی چیز ان کی حیاتِ اجتماعی پر اثر انداز تھی، نظام حکومت کو بھی یہ اسی سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ اور جب ان کا یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تھا تو حکومت کی مخالفت میں جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے تھے، ان کے بارے میں معاویہ نے بڑے پتے کی بات کہی تھی:

"یہ خوارج اپنی طینت اور جبلت کے اعتبار سے حیاتِ موجودہ بسر کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ یہ اجتماعی زندگی کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر بدوی زندگی کو جو تمام تر انفرادی زندگی ہوتی ہے ترجیح دیتے ہیں، ان میں کا ہر شخص اپنے آپ کو ایک جماعت اور گروہ سمجھتا ہے"[1]

اسلام میں مذہبی فرقوں کا مرکز و مصدر

مختلف مذاہبِ دینیہ کا اسلام میں قیام صرف عراق اور مشرقی عراق میں ہوا، شام اور سوریہ میں اس طرح کی کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان مقامات کے باشندوں میں اس طرح کا کوئی اثر نظر نہیں آیا۔ اس کے برعکس عراق اور مضافاتِ عراق میں ہم دیکھتے ہیں کہ نئی نئی دینی اور مذہبی جماعتیں پیدا ہوئیں، فتنے اُٹھے، انقلابات آئے اور بغاوتیں برپا ہوئیں، خلافتِ امویہ کے پورے دَور میں سارا عالمِ اسلام ان حالات سے زیر و زبر رہا۔

کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ارضِ عراق اور اس کے اردگرد کے

---

۱ العقد الفرید۔

مقامات مثلاً بلادِ خراسان و فارس کی فضا ایسے فتنوں اور شورشوں کے لئے خاص طور پر سزاوار تھی۔ حالانکہ سوریہ اور فلسطین میں کبھی بھی نہ ایسا کوئی فتنہ اٹھا اور نہ ایسی کوئی شورش برپا ہوئی۔

عراق کیوں نئے فرقوں کا مصدر تھا؟

عراق اور دوسرے بلادِ شرقیہ کے اجتماعی و سیاسی احوال و کوائف کا اگر امعان نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہاں مسیحیوں آرامیوں، پارسیوں اور مجوسیوں کی متعدد اور مختلف جماعتیں موجود تھیں اور ان جماعتوں کا عرب مسلمانوں سے گہرا ربط ضبط قائم ہو چکا تھا، جنھوں نے عراق میں بہت سی دینی جماعتیں اور کئی نئے مذاہب کے قیام میں مدد دی۔

مسلم معاشرہ پر اجنبی اثرات

اس کے باوجود کہ بنی امیہ کے خلفاء کی پہلی کھیپ مسیحیوں سے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے کافی متاثر تھی اور انھیں حکومت کے بڑے بڑے مناصب بھی تفویض کئے گئے تھے، لیکن سوریہ کی مسلم سوسائٹی ہر قسم کے اجنبی تاثر اور تاثیر سے محفوظ رہی، اس کی حالت میں کسی طرح کا کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا اور وہ منازعاتِ مختلفہ جنھوں نے عراق کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا سوریہ کے مسلمان ان سے قطعاً غیر متاثر رہے

اصل بات یہ ہے کہ سوریہ میں گو عیسائیوں اور دوسرے لوگوں کو حکومت کے بڑے بڑے مناصب تفویض ہوئے، وہ خلفاء وقت کے مقرب بارگاہ بھی بنے لیکن ان کا اثر محدود رہا۔ کیونکہ ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ اور وہ اسلامی سوسائٹی کے لئے چاہتے بھی تو کوئی خطرہ نہیں بن سکتے تھے۔ لیکن عراق میں صورتِ احوال بالکل برعکس تھی۔ فتوحِ اولیٰ کے بعد یہاں کی اکثریت غیر مسلم تھی،

اس نے جب عراق میں اقلیت عربیہ مسلمہ سے میل جول اور ربط ضبط قائم کیا تو اجنبی تاثرات بھی اس پر اثر انداز ہوئے، پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ عراق مرکزِ خلافت سے دُور تھا، اور کافی دُور تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہاں داخلی طور پر دمشق اور امصارِ دمشق میں امن و امان ضبط و نظم اور اطمینان و عافیت کی کارفرمائی نظر آتی تھی اس لئے کہ وقت کی حکومت کا پایۂ تخت یہیں تھا اور وہ پوری قوت و شوکت کے ساتھ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ وہاں عراق میں اس کی یہ قوت و شوکت ضعیف تھی۔ اور اس کا اثر بہت کم تھا۔

ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ عراق اور فارس میں فتوحاتِ اسلامیہ کا اثر جماعت مسیحیہ اور مجوسیہ پر بہت کم پڑا، اُن کے داخلی اور نجی معاملات جوں کے توں قائم رہے۔ اور خلفائے اوّل نے اپنے طرز عمل سے ان مسیحی اور مجوسی جماعتوں کو ایسی دینی اور شخصی آزادی دے دی جو انھیں عہدِ گزشتہ کے بیزنطینی اور فارسی عہدِ حکومت میں بھی حاصل نہیں تھی۔

عیسائی مسلمانوں کی ماتحتی میں

ایک بات اور بھی بہت نمایاں ہے اور اُسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یہ کہ کئی مسیحی شہر ایسے تھے مثلاً رہا اور نصیبین وغیرہ، گو مفتوح ہو چکے تھے اور ان پر عربی حکومت قائم ہو چکی تھی، لیکن نہایت اچھے اور عمدہ شرائط پر انھوں نے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کی تھی جس کی سب سے اہم اور بنیادی شرط یہ تھی کہ ان کے کنائس کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح فارس میں شہر رَے اور بلدۂ کوماس (UMAS) ان دونوں شہروں نے اپنے دروازے عربوں کے لئے کھول دیئے تھے۔ اور اس کے صلے میں یہ رعایتیں حاصل کی تھیں۔

۱: ان شہروں کے باشندوں میں سے کسی شخص کو نہ غلام بنایا جائے گا نہ اس سے بیگار لی جائے گی۔

۲: معابد منہدم نہیں کئے جائیں گے۔

۳: مجوسی مذہب کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔

آذربائیجان میں بھی انہی شرائط کے ماتحت عربوں نے اپنا عمل دخل قائم کیا۔[1]

مسلمانوں کی رواداری مسیحیوں سے

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بطریک نسطوری سوم ایسویاب (Yesuyabh) (از ۶۴۷ء تا ۶۵۸ء) اپنے فرقہ کی سرداری پر عثمان اور علی کے عہد میں برابر قائم رہا۔ اس نے لکھا ہے کہ:

"عربوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حکومت سونپی ہے۔ یہ لوگ نصرانیت کے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمارے دین اور مذہب کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ ہمارے راہبوں، پادریوں اور کاہنوں کی عزت و تکریم میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ ہمارے دیر اور کنیسے ان کی امداد و اعانت کے مرہونِ منت ہیں۔"

ایک اور جگہ اس نسطوری قائد کی تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں اسقفوں کو مکمل اختیارات اپنے دینی، قومی اور نجی معاملات میں حاصل تھے، بغیر کسی خوف اور اندیشے کے وہ اپنے اعمالِ مذہبی سرانجام دیتے تھے۔

---

[1] البلاذری۔

اور اپنے لئے جو جادہ انھوں نے مقرر کر لیا تھا بغیر کسی روک ٹوک کے اس پر چل رہے تھے، عربی حکومت کی طرف سے نہ اُن کے راستے میں کوئی رکاوٹ ڈالی جاتی تھی نہ ان پر کسی قسم کی پابندی عائد کی جاتی تھی۔ نہ انھیں کسی قسم کی زحمتوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عراق اور فارس میں مسیحیت کی جڑیں اس حالت میں بھی قائم اور مضبوط رہیں کہ مسلمان ان مقامات پر غلبہ اور تسلط حاصل کر چکے تھے، صرف یہی نہیں مسلمان ہمیشہ ان مسیحیوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہتے تھے اور ان دونوں کے مابین قوی اور گہرے روابط قائم رہے جس میں سریانی زبان بھی کافی مددگار ثابت ہوئی۔ جو بلادِ عرب کے شمال میں اور خاص طور پر بحرین میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ کیونکہ ان مقامات پر عیسائیوں کے دَیر اور کنیسے، راہب اور پادری پانچویں صدی عیسوی سے موجود چلے آ رہے تھے[1]۔

مجوس کے ساتھ مسلمانوں کا حُسنِ سلوک جس طرح مسیحیوں سے مسلمانوں کا خلا ملا اور ربط ضبط تھا، اسی طرح مجوس کے ساتھ بھی مسلمانوں کا یہی رویّہ تھا، عراق میں دوسرے شہروں کے برعکس یہ تعلقات زیادہ گہرے اور استوار تھے، کیونکہ فارسی اور آرامی لوگ فتح اسلامیہ کے بعد عربی اسمار کا بے دھڑک استعمال کرنے لگے تھے، اس چیز نے

---

1. *Letters of the Patriach Isho-yabh III, edited by R. Duvat - Paris 1804-1805.*

انھیں عربوں سے اور زیادہ قریب کر دیا تھا، ان کے مراکز بھی عراق سے قریب تر تھے، اور یہ بات حکومتِ اسلامیہ کے دوسرے شہروں کو حاصل نہیں تھی۔

مسیحی اور پارسی عورتیں مسلمان گھروں میں

ہمارے سامنے کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس سے ہم بآسانی اس بات کی تحدید کر سکیں کہ فتوحِ اولیٰ کے بعد اسلام پر مسیحیت کی تاثیر کا کیا رنگ تھا، لیکن ایک بات بہر حال پوری صحت اور استناد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ مسلمان گھروں میں مسیحی عورتیں بکثرت پہنچنے لگی تھیں۔ بیوی کی حیثیت سے بھی اور خادمہ کی حیثیت سے بھی۔ یہی حال پارسی عورتوں کا بھی تھا۔ یہ بھی بہ تعداد کثیر مسلمان گھروں میں پہنچ چکی تھیں۔ بیوی بن کر بھی اور خادمہ بن کر بھی!

قبیلۂ بنو تمیم اور نو مسلم عجم

بلاذری نے بتایا ہے کہ فارس کے چار ہزار سپاہیوں نے جو شہنشاہ کی فوج میں شریک تھے ایک بہت بڑے معرکے کے بعد جس میں مسلمان ظفر مند رہے اور اہلِ فارس کے حصے میں شکست آئی، مسلمانوں سے امان مانگی۔ یہ لوگ بصرہ پہنچے اور وہاں بنو تمیم کے موالی بن کر رہنے لگے۔ اسی طرح بلاذری نے یہ بھی بتایا ہے کہ اصبہان کے پارسیوں کی بہت بڑی تعداد بصرہ میں آ کر بس گئی۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور عرب کے ایک قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ مل کر رہنے لگے۔ یہ بہت دلیر اور قوی قبیلہ تھا۔ زعماءِ خوارج کی بہت بڑی تعداد اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔

اہلِ فارس خوارج کے ساتھ تھے

خوارج نے جب زور پکڑا، شورش اور بغاوت پر آمادہ ہوئے تو اپنے ساتھ بہت سے اُن اہلِ فارس کو ملا لیا جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور انھیں بھی، جنھوں نے دینِ اسلام

قبول نہیں کیا تھا۔ اور اپنے مسیحی مذہب پر قائم تھے، اور ان سے مل جل کر رہتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۵۹ھ میں ابو مریم نے جب شورش کا جھنڈا کوفہ کے قریب بلند کیا تو اس کے انصار میں وہ موالی بھی تھے جو عرب نہیں تھے یعنی فارس وغیرہ کے وہ لوگ جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن قومِ عرب سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

اسی طرح عبداللہ الماحوز کے انصار بھی اجناسِ مختلفہ پر مشتمل تھے۔ اسی لئے مہلب نے ان کا نام حقارت سے "عبید" یعنی غلام رکھ چھوڑا تھا۔ کیونکہ یہ عرب نہیں تھے۔

یہ سب لوگ ننگِ غلامی دُور کرنے اور عبدیت کا داغ دھونے کی فکر میں سرگرداں تھے، اسی جذبہ کی تندی اور تیزی نے رفتہ رفتہ انھیں گروہِ خوارج کا سب سے زیادہ متعصب اور مشتعل حصہ بنا دیا۔

جب "المستورد" خارجی کو حالات سے مجبور ہو کر کوفہ چھوڑنا پڑا تو وہ بھاگ کر خیرہ پہنچا، جو ایک مسیحی شہر تھا، اور یہاں اسے جائے پناہ مل گئی۔

پھر جب ابن الاشعث نے حجاج کے خلاف بغاوت اور شورش کا پرچم بلند کیا تو عراق میں رہنے والے بعض عربوں کے علاوہ جن لوگوں اور جماعتوں نے اس کا ساتھ دیا اُن میں شیعہ، خوارج، اہلِ فارس اور مسیحی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ چنانچہ حجاج نے نجران کے ان عیسائیوں کو جو حضرت عمر کے عہد سے کوفہ میں بود و باش اختیار کیے ہوئے تھے اس شورش اور بغاوت کا ذمہ دار قرار دیا[1]۔

---

[1] البلاذری۔

فرقہ نجدات کا انجام

جن بلاد و امصار میں خوارج کی اکثریت تھی ان پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ خوارج کی اکثریت عرب نہیں تھی۔ البتہ ازارقہ اور نجدات مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ خوارج کے یہ فرقے بڑی حد تک بلکہ تمام تر عربوں ہی پر مشتمل تھے۔ کیونکہ خارجیوں کا یہ فرقہ جو نجدات کے نام سے موسوم ہے شمالی جزیرۂ عربیہ میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا مرکز یمامہ تھا، عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں اس کی ایسی سرکوبی کی گئی کہ پھر اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ گو اس کی ایک مختصر سی ٹکڑی سجستان روپوش ہو کر پہنچ گئی۔ اور وہاں اپنے مسلک کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئی[1]۔

خوارج کا اثر و نفوذ

خوارج کے ایک اور فرقہ ازارقہ نے بصرہ میں اپنے قدم جمالئے تھے عہدِ حجاج بن یوسف میں بصرہ کے آس پاس کے مقامات پر بھی اس کا اثر و نفوذ غیر معمولی حد تک بڑھ گیا تھا۔

جنوبی عرب اور شمالی و شرقی افریقہ کے علاوہ جن بلاد میں خوارج کا اثر و نفوذ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا ان میں کرمان، سجستان، خراسان، عراق، مابین النہرین، فارس کے بعض مقامات اور سوادِ عراق شامل تھے۔

کرمان اور مابین النہرین میں خوارج عہدِ عباسیہ تک باقی رہے۔

یعقوبی نے یعقوب سے روایت کی ہے (جو خود بھی ایک خارجی تھا) کہ

---

[1] اباضیہ فرقہ بھی عربوں پر مشتمل تھا، اس گروہ کی خصوصیت یہ تھی کہ فکر و رائے کے اعتبار سے یہ معتدل مسلک رکھتا تھا، اس کی قیادت ابو حمزہ کے ہاتھ میں تھی۔ سنہ ۱۲۷ھ میں اس فرقہ خوارج نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

ارضِ فارس میں خارجی جس کسی سے برسرِ پیکار ہوتے تھے تو کیرمان کے ایک مقام "بام" کو قید خانہ کے طور پر استعمال کرتے۔ اور یہاں اپنے دشمنوں کو قید میں ڈال دیتے، اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارج کے تعلقات اس شہر کے مسیحی باشندوں سے کتنے گہرے تھے، اور وہ ان پر کس درجہ اعتماد کرتے تھے[1] اور اس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ دسویں صدی عیسوی تک کیرمان خوارج کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ اور یہاں ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

خوارج میں عرب اور غیر عرب شامل تھے

تصریحات بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خوارج ایک جماعت کی حیثیت سے جب اُبھرے تو وہ تمام تر عرب تھے، پھر ان کے ساتھ غیر عرب موالی بھی شریک ہو گئے اور یہ غیر عرب موالی زیادہ تر اُن مسیحیوں اور مجوسیوں پر مشتمل تھے جو بعض مؤثرات کے ماتحت مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ان کے علاوہ ان مجوسیوں اور مسیحیوں سے بھی خوارج کے کافی مراسم اور تعلقات تھے جو اپنے نصرانی یا مجوسی مذہب پر قائم تھے۔ اور مسلمان حکومت کے زیرِ سایہ عافیت اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جن کے مذہبی قومی اور نجی معاملات میں مسلمان حکومت نہ کسی قسم کی مداخلت کرتی تھی، نہ کوئی رکاوٹ ڈالتی تھی۔ نہ جن کو باعزت شہری کی زندگی بسر کرنے میں کوئی دشواری یا زحمت ہوتی تھی۔ جو نہایت آسودگی اور بے فکری کے ساتھ مسلمانوں کے اندر اور مسلمانوں کے پڑوس میں اور مسلمانوں کے ساتھ بے غل و غش زندگی بسر کر رہے تھے،

بہرحال یہ ایک طے شدہ اور ثابت حقیقت ہے کہ جو مسیحی اور مجوسی اپنے دین و

۱۔ ملاحظہ ہو ابن خلکان اور الاصطخری۔

مذہب پر قائم تھے ، انھوں نے پاس پڑوس کے عرب مسلمانوں کو بلاشبہہ متاثر کیا۔
لیکن اس تاثیر کے حدود کہاں تک پہنچ گئے تھے اور کہاں سے در اصل شروع ہوئے تھے ، اس کی تفصیل اور تعین و تحدید بوجوہ اکمل و احسن ممکن نہیں لیکن بہر حال یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ یہ تاثیر موجود تھی ۔ یہ رنگ لائے بغیر نہ رہی ، متعدد مواقع پر اور مختلف حیثیتوں سے یہ ظاہر ہوئی ، اور اس کے آثار و نقوش اب تک تلاش کر لئے جا سکتے ہیں ۔

خوارج کا ظہور

فارس کی جنگیں جب ختم ہوئیں تو ان عربوں کی اکثریت جنھوں نے ان جنگوں میں حصّہ لیا تھا اپنے پارسی اور مسیحی موالیوں غلاموں کے ساتھ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ بصرہ اور کوفہ میں اقامت اختیار کر لی، ان دونوں شہروں کی بنیاد عمر بن خطاب کے زمانے میں پڑی تھی، یہ دونوں شہر دراصل چھاؤنی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ یہاں فوجوں کے پڑاؤ کے معنی یہ تھے کہ حدودِ پارس اور آس پاس کے مقامات کی نگہداشت بہ آسانی ہو سکے۔

خوارج زیادہ تر بدوی عرب تھے

عرب اپنے موالیوں کے ساتھ ان شہروں میں سکونت پذیر ہوئے، دُنیا کی کون چیز تھی جو انھیں حاصل نہ تھی۔ مالِ غنیمت اور دشمن سے چھینے ہوئے ساز و سامان کی کثرت نے انھیں غیر معمولی آسودگی اور عافیت عطا کر دی تھی۔ ہر ضرورت بغیر کسی زحمت اور دشواری کے پوری ہو جاتی تھی، تلاشِ روزگار اور فکرِ معاش سے مطمئن ہونے کے بعد اب ان کے اوقات امورِ دینیہ، قرآن و اصول اور ان تمام مسائل پر غور کرنے میں صرف ہونے لگے، جو کسی درجہ میں بھی حیاتِ دینیہ اور دنیویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس جگہ یہ بات ہم صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ خارجی عقیدہ کی نشو و نما سب سے پہلے ان بدویوں میں ہوئی

جنھوں نے فارس کی جنگوں میں خصوصیت اور ناموری حاصل کی تھی۔ چنانچہ خوارج کی اکثر نمایاں اور ممتاز شخصیتیں صحرائی قبائل سے رشتۂ نسب رکھتی تھیں اور اب انھوں نے بصرہ اور کوفہ میں مستقل توطّن اختیار کر لیا تھا۔

فتنہ اپنے نقطۂ عروج پر

قتلِ عثمان پر وہ فتنہ اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا جو ان کی زندگی ہی میں سر اٹھا چکا تھا۔ تحکیم کے مسئلے پر جو اختلاف پیدا ہوا وہ بھی بہت جلد سنگین صورت میں بدل گیا۔ اور اب ان صحرائی قبائل کے لوگوں کو پہلے پہل وہ بات محسوس ہوئی جو اس سے پہلے کبھی ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ یہ کہ اگر خلیفہ جماعت کی رائے سے اختلاف کرے تو اسے معزول کرنا یا قتل کر دینا ممکن ہے، باقی رہی یہ بات کہ خلافت کے سلسلے میں قریشی کی حیثیت کیا ہے اور یہ منصب صرف قریشیوں کے لئے ہے یا دوسرے بھی اس سے متمتع ہو سکتے ہیں؟ اسے خوارج نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قریش کے استحقاقِ خلافت سے متعلق جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ خوارج اپنے عقائد کے اعتبار سے قرآن و سنّت سے بہت زیادہ قریب تھے، اور اُن کی مخالفت کا ارتکاب ہرگز نہیں کر سکتے تھے، پس اگر استحقاقِ قریش والی حدیث نصِ صریح کی حیثیت رکھتی ہوتی تو خوارج نہ اس کا انکار کرتے، نہ اس سے اختلاف کرتے۔

قتلِ عثمان نے اس جماعت کو ایک نیا مسلک بہم پہنچایا جو سیاست و حکومت سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر خلیفۂ وقت جماعت کی رائے سے انحراف کرے، اپنے منصب سے دستبردار نہ ہو، بلکہ اس پر اصرار کرے کہ وہ اپنی مسند پر قائم رہے گا، عامۂ مسلمین اس کی سیاست کو ناپسند کرتے ہوں تو بھی

وہ ان سے بے پرواہ رہے ، وہ اس کی خلافت اور حکومت کو ناقابلِ برداشت سمجھتے ہوں ، پھر بھی وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو ایسی صورت میں اُسے قتل کیا جا سکتا ہے !

قبائلِ عربیہ کی خصوصیت ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ قبائلِ عربیہ کسی شخص کی سیادت وحکومت کو اُسی صورت میں تسلیم کرتے تھے ، جبکہ وہ ذاتی طور پر اس کی ٹکر کا ہو ، اور اس شخص کی حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے جس سے کسی طرح کی قرابت اور نسب کا تعلق نہ ہو ، یا وہ اس قبیلہ سے تعلق نہ رکھتا ہو ، یہ رواج عہدِ جاہلیت سے چلا آرہا تھا ، پھر جب عثمان قتل ہوئے اور مسئلہ خلافت پر ان کے بعد علی اور معاویہ کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو یہ ایک نیا مسلک پیدا کرنے کا موجب بنا ، کیونکہ قتل عثمان نے اس مسئلے کا فیصلہ کر دیا کہ سیاسی افکار و آراء حکومت کی تشکیل میں کافی اثر رکھتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا جدید سیاسی نظام تھا جو ان جماعتوں کی نفسیات سے بہت قریب تھا جو اسلام میں داخل ہوئی تھیں ، کیونکہ جمہوری نظام بھی انھیں ایک ایسا نظام نظر آیا جس میں اُن کے حقوق محفوظ رہ سکتے تھے ۔ اور ان کے افرادِ قبیلہ اور خاندان کی تمیز و تخصیص کے بغیر مسندِ خلافت تک پہنچ سکتے تھے ، اس نظامِ جدید کی رُو سے کوئی مسلمان عرب بھی خلافت کا امیدوار اور سزاوار قرار دیا جا سکتا تھا ۔ جس طرح رائے عامہ کسی خلیفہ کو معزول کر سکتی تھی اسی طرح رائے عامہ کے بل پر خلیفہ بن بھی سکتا تھا ۔

سیاسی شورشیں اور تحریکیں اسلام کے عہدِ اولیٰ میں جو سیاسی شورشیں اور تحریکیں پیدا ہوئیں ان کے اسباب و غایات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کی بنیاد صرف یہ تھی کہ حکومت کا اندازہ

اسلوب کیا ہو! اور خلافت یا امامت کے منصب پر کس طرح کے شخص کو فائز ہونا چاہیے؟

شیعہ جماعت کا قول تھا کہ خلافت اور امامت صرف آلِ رسول کا حق ہے اور علی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ عزیز قریب تھے اور فاطمہ اور علی کی اولاد احفادِ رسول تھی، لہٰذا تمام مسلمانوں میں حکومت یعنی خلافت اور امامت کا حق انھیں کو تھا۔

خوارج کی رائے برعکس تھی، وہ خلافت اور حکومت میں وراثت کے قائل نہیں تھے، ان کا خیال تھا کہ جس طرح باپ کا ترکہ بیٹے کو ملتا ہے اس طرح حکومت اور سیادت وراثت اور ترکہ کے طور پر اولاد در اولاد کو یا عزیز قریب کو منتقل نہیں کی جا سکتی۔ یہ لوگ یہ رائے بھی رکھتے تھے کہ علی اور اولادِ علی مسلمانوں میں سب سے زیادہ حکومت و امارت کے سزاوار نہیں۔ بلکہ ان کا خیال تھا کہ خلافت ایک ایسا منصب ہے جس پر ہر مسلمان فائز ہو سکتا ہے، نہ نسب کی قید ہے نہ خاندان کی، نہ قبیلہ کی، رسول اللہؐ سے کسی شخص کو قرب و اتصال کا موقع زیادہ ملا ہو یا کم اس سے اس کی اہلیت اور صلاحیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

شرائطِ خلافت خوارج کے نزدیک

خوارج کے نزدیک خلافت کا مستحق ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو صالح ہو اور اپنے معاصرین میں بہتر اور برتر ہو۔ اس طرح یہ لوگ خلافت کو ایک جمہوری ادارہ سمجھتے تھے برعکس اصحابِ تشیع کے کہ وہ اسے موروثی اور خاندانی چیز سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے امویوں کے موروثی اور خاندانی نظام کی بھی سخت و شدید مخالفت کی، امویوں اور شیعوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ خاندانی اور موروثی نظام دونوں کے نزدیک

درست اور جائز ہے لیکن شیعہ خلیفہ کے لئے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتۂ انتساب بھی حاصل ہونا چاہئے۔ اور اموی اسے ضروری نہیں سمجھتے۔

عثمان بن عفان کی سیاست

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عثمان بن عفان کی سیاست نرمی، طینت اور لچک پر مبنی تھی، علاوہ ازیں اپنے عہدِ خلافت میں انھوں نے اپنے اہلِ خاندان، رشتے داروں، انصار اور جماعت کے لوگوں کو بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا، اور انھیں اپنا مقرب بنا لیا، یہ چیزیں شورش اور ہنگامہ آرائی کا سبب بن گئیں۔ کیونکہ یہ سیاست اس سیاست سے بالکل جدا تھی جو عمر بن الخطاب کی تھی، انھوں نے اپنے بیٹوں، عزیزوں، رشتہ داروں، انصاروں اور خاندان کے لوگوں کو نہ مقرب بارگاہ بنایا نہ انھیں عہدے تقسیم کئے، نہ دوسری عنایتوں اور نوازشوں کی بھرمار کی، بلکہ ان باتوں سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا، اور سب کے ساتھ بالکل یکساں برتاؤ بغیر کسی ذاتی یا خاندانی یا عائلی خصوصیت و امتیاز کے روا رکھا۔

بہر حال عثمان کی اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتنے سر اٹھانے لگے ہنگامے برپا ہونے لگے شورشیں ہوئیں اور بغاوت کی تیاریاں علی الاعلان شروع ہو گئیں۔

ابوبکر و عمر نے اس نہج پر ایسی بے لوثی کے ساتھ حکومت چلائی تھی کہ وہ ایک نمونہ اور اسوہ بن گئی۔ چنانچہ یہ بات فرض کر لی گئی تھی کہ ان دونوں کے بعد جو بھی اس مسند پر بیٹھے گا، وہ ان روایات کو قائم رکھے گا۔ اور اسی نہج پر خلافت کا کاروبار چلائے گا، جس طرح شیخین چلاتے رہے۔

عثمان اور علی کا فرق

یہاں ایک بات اور بھی فراموش نہ کرنی چاہیے:

عبد الرحمن بن عوف نے عمر کے قتل کے بعد اس مجلس شوریٰ کے سربراہ کی حیثیت سے جس کے ذمے خلیفۂ جدید کا انتخاب تھا عثمان اور علی دونوں سے سوال کیا تھا:

"آیا وہ سنتِ رسول اللہ اور سنتِ ابوبکر و عمر پر اپنے دورِ خلافت میں عمل کرنے کو تیار ہیں؟"

عثمان نے بے تامل وعدہ کر لیا تھا کہ وہ سنتِ رسول اللہ اور سنتِ ابوبکر و عمر پر بے چون و چرا عمل کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن علی نے سنتِ رسول کے سوا کسی اور سنت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میرا ہر اقدام مصلحتِ عامہ سے توافق پر مبنی ہوگا۔

جب علی نے انکار کر دیا اور عثمان نے وعدہ کر لیا تو خلافت انھیں تفویض کر دی گئی۔ اگر علی نے انکار نہ کر دیا ہوتا اور عثمان کی طرح دستورِ ابوبکر و عمر پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا ہوتا تو بلاشبہ ترجیح انہیں کو دی جاتی اور منصبِ خلافت انہیں کو تفویض ہوتا۔

عثمان اور عمر کا فرق

غرض جس دستور کو امت نے سندِ قبول عطا کر دی تھی، اور جس اصول (اسوۂ ابوبکر و عمر) پر عمل پیرا ہونے کی شرط نئے خلیفہ کے لئے امت نے عائد کر دی تھی، وعدہ کر چکنے کے باوجود عثمان اس پر عمل نہ کر سکے۔ اور جب اس دائرے سے انھوں نے باہر قدم نکالا تو لوگوں میں سرکشی اور بغاوت کے جذبات پیدا ہوئے اور وہ میدان میں اتر آئے۔ اور ان ہنگامہ آرائیوں کا خاتمہ قتلِ عثمان پر ہوا۔ کیونکہ عثمان کے خلاف بار بار

جو الزام ان کے مخالفین عائد کرتے تھے وہ یہی تھا کہ انھوں نے دستورِ مقررہ سے تجاوز کیا اور کیئے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے،

کتنی عجیب بات ہے، یہ نوبت ان عثمان تک پہنچی کہ جو ذاتی طور پر نہایت حلیم اور بردبار تھے۔ مخالفوں اور دشمنوں تک سے جن کا برتاؤ تمام تر رافت اور ملاطفت کا رہا کرتا تھا، بخلاف عمر بن الخطاب کے جو سخت مزاج تھے کسی عرب کی مجال نہیں تھی کہ ان کے سامنے بہ آواز بلند گفتگو کر سکے۔ یا اُن کی بات رد کر سکے اس کی وجہ یہی تھی کہ عثمان نرم خوئی کے باوجود اس دستور پر قائم نہ رہ سکے جس کے وہ پابند بن چکے تھے۔ اور عمر سخت خوئی کے باوجود ایک ایسے منہاج کے بانی بنے۔ جس کی پیروی امت نے آنے والے خلیفہ کے لئے لازمی اور ضروری قرار دے دی۔

عمر کا کردار جلیل وجمیل عمر کے حالات وسوانح پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا:

- وہ جانب داری سے دُور تھے۔
- تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ یکساں تھا۔
- کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔
- ایک کی توقیر دوسرے پر صرف اس صورت میں روا رکھتے تھے کہ وہ عملِ صالح اور صلاحِ ظاہر کا حامل ہو۔
- ان کی سیاستِ عامہ میں کسی طرح کی چوک نہیں تھی کہ لوگ بھڑکتے اور سرکش بن جاتے۔
- اُن کے احکام شک اور محابات سے پاک اور صاف تھے۔

یہی چیزیں تھیں جنھوں نے ان کو سخت گیر بنا دیا تھا، اُن میں وہ دبدبہ اور

شکوہ پیدا کر دیا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ عظمت اور عقیدت بھی کہ لوگ جان و دل سے ان کی ہر پکار پر لبیک کہنے کو آمادہ رہتے، جب وہ لوگوں کو قربانی اور ایثار کی دعوت دیتے لوگ بے چون وچرا تعمیلِ ارشاد پر تیار ہو جاتے، کیونکہ لوگوں سے جو مطالبہ کرتے تھے پہلے اسے اپنی ذات پر عائد کرتے اور پورا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو بھی انھوں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی عامہ مسلمین پر ترجیح اور فضیلت نہیں دی۔ اپنے گھر والوں کو نعمِ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں دیا جس سے کم مایہ سے کم مایہ مسلمان بھی بہرہ ور نہ ہو۔

منعماتِ وافرہ کا دور

لیکن عہد عثمان میں یہ صورت قائم نہ رہی، عمر نے جس سیاستِ عادلہ کی بنیاد ڈالی تھی اب اس پر عملدر آمد مشکل ہو گیا، اب نہ خلیفہ میں وہ بات تھی نہ عوام میں، اب لوگ ایسے منعماتِ وافرہ سے بہرہ ور تھے جن میں سے کسی ایک کا بھی عہد عمر میں کوئی حوصلہ نہ کر سکتا تھا۔ خود عثمان بھی اور ان کے اہل و عیال بھی پر تکلف زندگی بسر کر رہے تھے۔ اموال و جائداد کی فراوانی تھی۔ حالانکہ عمر نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ان نعمتوں سے ہمیشہ دور رکھا تھا، یہی حالات دیکھ کر لوگوں نے عثمان پر سنتِ سلف سے خروج کا الزام لگایا۔ ان کے حلم و طینت سے فتنہ اور اضطراب میں کمی نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ بڑھتا رہا، بڑھتا گیا۔

عثمان کا خطاب شورش پسندوں سے

جو مصادرِ تاریخیہ ہمارے سامنے ہیں انھیں پیشِ نظر رکھ کر ہم بہ آسانی ایسی مثالیں تلاش کر لے سکتے ہیں جن سے ہمارا مذکورہ بالا دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے مثلاً:

عثمان نے بیت الحرام میں توسیع اور اضافہ کا پروگرام بنایا، اس سلسلے میں بعض لوگوں سے ان کے گھر خرید لئے لیکن کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اپنے گھر فروخت کرنے سے انکار کر دیا، اس انکار سے وہ بہت برہم ہوئے اور ان کے گھر ڈھا دیئے، جو قیمت تھی وہ بیت المال میں داخل کر دی۔ اس پر معاملہ اور بڑھا جن لوگوں کے گھر زد میں آئے تھے انھوں نے سختی کے ساتھ احتجاج کیا اور خلیفہ کے اس اقدام کو سخت ناپسند کیا، عثمان نے ان لوگوں کو قید کر دیا، اس سلسلے میں اُن کا یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ:

"میرے حلم نے تمہیں مجھ پر اتنا جری بنا دیا ہے، اگر یہی کام عمر نے کیا ہوتا تو اس طرح نہ چیختے۔"

پھر بعض لوگوں کے بیچ میں پڑنے سے عثمان نے ان لوگوں کو رہا کر دیا۔ لیکن جیل سے یہ لوگ اس حالت میں باہر نکلے کہ انتقام لینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ:

"آج اگر عمر ہوتے تو ہم پر یہ زیادتی نہیں ہو سکتی تھی۔"

عثمان کی قاتل عمر کی سیرت ہے،

یہ بات کہ قتل عثمان میں خوارج کا ہاتھ کہاں تک ہے؟ غور و فکر کی محتاج ہے ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ عثمان کی قاتل عمر بن الخطاب کی سیرت ہے۔ یہ سیرت رائعہ عدل شامل، اور انصاف کامل ساتھ ہی ساتھ ہیں، سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی، یہی باتیں عمر کے شعار میں داخل تھیں، اور دولت اسلامیہ کا دستور بن گئی تھیں، اور بجا طور پر عثمان سے یہ توقع تھی کہ اس دستور پر وہ اپنے پیش رو کی طرح عمل کریں گے، لیکن ایسا نہ ہوا، اس لئے کہ گو عثمان ایک جلیل القدر صحابی تھے

مگر طبیعت کے کمزور، عزیزوں سے مجبور، شدت کے برتاؤ سے معذور، عزم امور سے بعید، ظاہر ہے یہ سیاست، سیاستِ عمر سے یکسر الگ اور جداگانہ تھی، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اس کی ضد، اور اس سے تناقض تھی۔ لیکن عہدِ عثمان تک خوارج نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ سیاستِ عثمان کے مخالف تھے یا لوگوں کو ان کی مخالفت پر ابھارتے اور آمادہ کیا کرتے تھے۔

لیکن یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ مدینہ اور دوسرے شہروں میں جو لوگ سیاستِ عثمان کے مخالف تھے اور اُن کے خلاف تحریک چلا رہے تھے، اُن سے جنگ آزما تھے، اور ان کے قتل تک سے باز نہ آئے، ان میں سے بعض لوگ خوارج کے ساتھ مل گئے ہوں، اور یہ بات بالکل قرینِ قیاس ہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ جن لوگوں نے عہدِ عثمان میں مسلمانوں کو بغاوت اور شورش پر اکسایا اور طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کیا، وہ بعد میں جا کر علی کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اور پھر یہی لوگ تھے جنھوں نے معرکہ صفین اور مسئلہ تحکیم کے بعد سب سے پہلے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خلاف فتنہ کی آگ بھڑکائی۔ اور ان سے برسرِ پیکار ہو گئے۔

لہٰذا اجمالاً طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جو لوگ عہدِ علی میں خوارج کی حیثیت سے روشناس ہوئے یہی تھے جو عہدِ عثمان میں باغیوں کے روپ میں نظر آ رہے تھے۔

توارثِ اولیٰ

خوارج اور علیؓ

تحکیم کے بعد جب علی صفین سے کوفہ واپس آئے تو خوارج نے ان کے لشکر میں شامل ہونے سے انکار کر دیا، — یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے تحکیم کے ناکام ہونے کے بعد قبولِ تحکیم سے انکار کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی یہ لشکرِ علی سے جُدا ہو کر یہ ایک قریبی مقام حروراء میں اتر پڑے۔

خوارج کے متعدّد گروہ یہ خوارج متعدد گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے:

- ان میں ایک جماعت ان لوگوں کی تھی جو علی کے موقف پر حد درجہ برہم تھی اس برہمی کے باعث اس نے ان کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔
- ان میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو اس بات سے بگڑا بیٹھا تھا کہ جس مالِ غنیمت کی لڑائی جھگڑے میں آس لگائے بیٹھا تھا وہ ٹوٹ گئی اور اس طرح وہ گھاٹے میں رہا۔
- ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو حافظِ قرآن تھے اور علی سے اس لئے نالاں اور بیزار تھے کہ انھوں نے تحکیم کیوں قبول کی۔ اور جب تحکیم کا نتیجہ معلوم ہوا تو اور زیادہ بھڑک اٹھے اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔

* خوارج کی نصف تعداد اُن لوگوں پر مشتمل تھی جنھوں نے جنگ ہائے فارس میں عملی حصّہ لیا تھا، اور بقیہ نصف ان لوگوں پر مشتمل تھی جو مختلف قبائل اور مختلف جماعتوں سے آ آ کر شامل ہو گئے تھے۔

حالات کی نامساعدت

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علی خود بھی ان حالات سے جو گزر رہے تھے خوش نہیں تھے نہ وہ اس پر آمادہ تھے کہ صفین کی جنگ جو فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اور جس میں ان کی فتح اور معاویہ کی شکست یقینی ہو چکی تھی دست بردار ہو جائیں، نہ وہ تحکیم کو ماننے پر تیار تھے، اس لئے کہ کوئی بات ہی شرعی طور پر ایسی نزاعی نہیں تھی جس کا فیصلہ تحکیم سے کرایا جاتا، نہ وہ ابو موسیٰ اشعری کو اپنا مندوب نمائندہ بنانا پسند کرتے تھے یہ ساری باتیں ان کی مرضی کے خلاف ہوئیں۔ یہی وہ امور تھے جنھوں نے ان کے لشکر میں تفریق پیدا کر دی۔ اور ان کی وہ قوت جو دشمن سے جنگ کرنے اور اس کی قوت توڑنے میں صرف ہو رہی تھی معطل ہو کر رہ گئی۔ علی کو حالات کی نزاکت کا پورا احساس تھا۔ انھوں نے کوشش کی کہ خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حالات کی اصلاح ہو جائے اور بات زیادہ نہ بگڑنے پائے۔

خوارج کو راہ راست پر لانے کی کوشش

ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد علی نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس افہام و تفہیم کے لئے بھیجا کہ ان سے بحث و گفتگو کر کے راہ راست پر لے آئیں۔ اور وہ رشتہ جو ٹوٹ گیا ہے پھر سے جُڑ جائے۔

ابن عباس خوارج کے پاس گئے اور اُن سے دریافت کیا:

"امیر المومنین سے تم کس بات پر اس درجہ برہم اور ناخوش ہو؟"

خوارج نے ابن عباس کو جواب دیا:

"بیشک علی اب سے پہلے امیر المومنین تھے، لیکن جب انھوں نے دینِ الٰہی میں تحکیم کا اصول قبول کر لیا تو وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو گئے، البتہ اگر وہ اپنے کفر کا اقرار کر کے تائب ہو جائیں تو ہم واپس آنے کو تیار ہیں!"

ابن عباس نے ان سے کہا:

"جو مومن اپنے ایمان کو کمزور نہ پاتا ہو، جیسے اپنے ایمان میں کسی طرح کا شک نہ ہو اس کے لئے یہ کیونکر زیبا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کفر کا اقرار کرلے — ؟"

خوارج نے یہ سن کر جواب میں کہا:

"تمھارا خیال غلط ہے۔ علی نے جب تحکیم قبول کر لی تو کفر کا ارتکاب کیا!"

ابن عباس نے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا:

"قتل صید حرم کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تحکیم کا حکم دیا ہے، پھر یہ بات امامت میں کس طرح نادرست اور مشکوک ہو جائے گی؟"

خوارج نے اس اعتراض کے جواب میں کہا:

"علی نے تحکیم قبول کی، پھر اسے قبول نہیں کیا!"

ابن عباس نے بتایا:

"حکومت (حکم بنانا) امامت کی طرح ہے۔ امام سے اگر فسق کا ارتکاب ہو تو اس کی نافرمانی واجب ہے۔ اسی طرح جب حکمین (ابوموسیٰ اور ابن عاص) نے خلافِ شرع فیصلہ کیا لہٰذا اسے رد کر دیا گیا"

لیکن ان باتوں سے خوارج کی تشفی نہیں ہوئی، وہ اپنی ضد پر اڑے رہے ان کے عناد اور بغض میں کوئی فرق نہیں آیا۔

علی کی خوارج سے گفتگو

ابن عباس کے ناکام واپس آجانے کے بعد بھی علی نے انھیں قائل کرنے، انھیں راہ راست پر لانے اور پھر سے شریک کر لینے کی پوری کوشش فرمائی، حتیٰ کہ خود بنفس نفیس خوارج کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

"کیا تمھیں یاد نہیں کہ ان لوگوں نے جب مصاحف نیزوں پر اٹھائے تو میں نے تم سے کہا تھا، یہ مکر و فریب اور چال بازی ہے، اگر واقعی یہ لوگ قرآن کا حکم ماننے کو تیار ہیں تو میرے پاس کیوں آئے ہیں؟ اور مجھ سے تحکیم کی فرمائش کیوں کر رہے ہیں؟ کیا تم میں کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ اس نام نہاد تحکیم کا مخالف تھا؟

خوارج نے ان ارشادات کے جواب میں کہا:

"خدا کی قسم آپ سچ کہتے ہیں۔"

یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا:

"اور کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہو کہ وہ تم ہی تھے جنھوں نے مجھے تحکیم کے قبول کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تمھارے اصرار اور زور دینے کے باعث ہی میں نے اسے قبول کیا تھا۔ اور شرط عائد کر دی تھی کہ اگر حکمین (ابن عاص اور ابو موسیٰ) کا فیصلہ اللہ عز و جل کے حکم کے مطابق ہوا تو مانا جائے گا۔ اگر خلاف ہوا تو رد کر دیا جائے گا۔ پھر میں اور تم اس سے بری ہو گئے۔"

خوارج نے جواب دیا:

"ہاں بیشک یہ واقعہ ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم سے کفر سرزد ہو گیا تھا، لیکن ہم نے توبہ کر لی، پس آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کیجیے اور توبہ کر لیجیے

ہم ابھی کمر باندھ کر آپ کے ساتھ شام کے سفر پر چلتے ہیں، معاویہ سے لڑنے کے لئے!

علی نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ ان سے کفر سرزد ہوا تھا۔

علی کا پرچم امان

لیکن اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ خارجی آپ کے پاس پھر سے واپس آگئے۔ لیکن دوسرے بدستور اپنی ضد اور بغض پر قائم رہے!

اس واقعہ کے بعد خوارج نے عبداللہ بن وہب الراسی کو اپنا خلیفہ بنالیا، یہ واقعہ ۲۲۔ مارچ ۶۵۸ء کا ہے۔

عبداللہ بن وہب پہلا شخص تھا جس کے حصے میں خوارج کی سربراہی آئی۔ اسی کی سربراہی میں خوارج نے فیصلہ کیا کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بصرہ کے خوارج کو تاکیدی ہدایت بھیجی گئی کہ جلد از جلد آکر شامل ہو جائیں۔

اس ہدایت کے مطابق مسعود بن فدکی اپنی ایک جماعت لے کر بڑھا اور نہروان پہنچا۔ یہ بغداد اور واسط کے مابین ایک مقام ہے۔

علی کو جب ان ارادوں کا علم ہوا تو وہ نہروان کے بارے میں فکرمند ہو گئے۔ ان کے اور خوارج کے مابین جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد انھوں نے خوارج کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اب وہ معاویہ اور اہلِ شام سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں یکسوئی سے کر رہے تھے۔ اس اثناء میں کہ وہ ستر ہزار کا لشکر گراں فراہم کر چکے تھے انھیں اطلاع ملی کہ بصرہ کے خوارج نے ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت خباب اور ان کی بیوی کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔ تحقیق احوال کے لئے انھوں نے ایک پیغامبر بھیجا، اُسے بھی خوارج نے قتل کر دیا، اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ سب سے پہلے ان کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ ۳۷ھ میں وہ خوارج

استیصال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آکر ٹھہر گئے۔ علی نے ابو ایوب انصاری کو پرچم امان عطا کیا۔ یہ پرچم لے کر انھوں نے ندا دی:-

"تم میں سے جو اس پرچم تلے آجائے گا اسے امان ہے۔
جو قتل سے کنارہ کشی کرلے گا اُسے امان ہے۔
جو جنگ میں حصہ نہ لے گا اُسے امان ہے۔
جو کوفہ یا مدائن کی طرف کوچ کر جائے گا اُسے امان ہے۔
جو اس جماعت سے قطع تعلق کرلے گا اُسے امان ہے"

بعض خوارج تائب ہو کر علی سے مل گئے

اس اعلان کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چنانچہ فردہ بن نوفل جس کا شمار زعمائے خوارج میں ہوتا تھا کہہ اٹھا:

"اور خدا کی قسم ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم کیوں علی سے لڑ رہے ہیں؟ کس بات پر؟ کس مقصد کے لئے — میں تو یہاں سے جاتا ہوں، اور اس وقت تک الگ تھلگ رہوں گا جب تک میری بصیرت یہ فیصلہ نہ کر دے کہ مجھے علی سے قتال کرنا چاہئے، یا ان کے اتباع میں شامل ہو جانا چاہئے"

یہ کہہ کر فردہ اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو گیا، ایک اور جماعت کوفہ کی طرف پلٹ گئی۔ اس کے بعد خوارج کی جو جماعت کثیر میدان میں رہ گئی تھی، اس نے پوری استقامت اور دلیری سے علی کا مقابلہ کیا، ایک دن تک شدید جنگ جاری رہی، لیکن اس کے بعد ان کی ہمت جواب دے گئی۔ اور انھیں نہایت عبرت انگیز اور مہلک شکست سے دو چار ہونا پڑا۔

علی کے راستے میں ایک نئی مشکل

علی جب کوفہ کے قریب پہنچ چکے تھے، اور امیر شام معاویہ سے لڑنے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے کہ انھوں نے اپنی جماعت کے ایک طبقے کو جنگ سے بیزار اور نالاں پایا، یہ رنگ دیکھ کر انھیں بڑھے ہوئے قدم پیچھے ہٹا لینے پڑے اور حالات کے روبراہ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

اس صورتِ حال سے خوارج نے کافی فائدہ اٹھایا۔ اور کئی مرتبہ حملے کئے۔ لیکن علی نے انھیں ہر مرتبہ پسپا کر دیا۔ اور ان کے ہر حملہ کو ناکام بنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک روز دھوکے اور فریب سے انہی خوارج میں سے ایک نے انھیں قتل کر دیا!

معاویہ اور خوارج

جب خلافت معاویہ کے ہاتھ میں آئی تو خوارج بڑی تعداد میں ان سے لڑنے کے لئے اپنی قوت مجتمع کرنے لگے۔ معاویہ کے عہد میں خوارج نے اور زیادہ زور پکڑ لیا۔ خاص طور پر عراق میں ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں۔

معاویہ سے "جہاد" کیلئے خوارج کی تیاریاں

اس زمانہ میں خوارج کی قیادت فردہ بن نوفل الاشجعی کے ہاتھ میں تھی، یہ وہی شخص ہے جس نے جنگِ نہروان کے موقع پر اپنے پانچسو ساتھیوں کو ہمراہ لے کر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اور علی سے لڑنے پر تیار نہیں ہوا تھا جب علی قتل ہو گئے اور امرِ خلافت معاویہ کے ہاتھ میں آیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"خدا کی قسم اب وہ وقت آگیا ہے جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے آؤ معاویہ سے "جہاد" کرنے کے لئے میدان میں کود پڑو"

یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے۔ جب فردہ فارس کے ایک شہر میں مقیم تھا یہیں سے اپنے ساتھیوں کو لے کر وہ کوفہ کی طرف بڑھا، یہ لوگ مقام نخلیہ میں اترے، جو وہاں کا ایک قریبی مقام تھا، معاویہ نے اہلِ شام کی ایک جماعت خوارج کی سرکوبی کے لئے روانہ کی، لیکن یہ جماعت خوارج پر غالب نہ آسکی، کچھ لوگ بچ گئے

باقی قتل ہوگئے۔ پھر معاویہ کی اپیل پر اہلِ کوفہ خوارج سے لڑنے کے لئے نکلے اور غالب آگئے۔ ان کی ایک بڑی جماعت قتل ہوگئی۔

خوارج کی شکست کا راز

خوارج کی شکست کا راز یہ تھا کہ یہ لوگ ہم عقیدہ اور ہم خیال ہونے کے باوجود مختلف جماعتوں اور گروہوں میں منقسم تھے۔ اگر یہ ایک جماعت اور ایک صف بن کر میدان میں اترتے تو یقیناً اپنے دشمن کو تباہ و برباد کر دیتے۔ ہر قوت کو شکست دیتے اور کوئی فوج ان پر غلبہ نہ پا سکتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں غیر معمولی جرأت و دلیری عطا کی تھی جنگ کے شدائد مردانہ وار برداشت کرتے تھے۔ کسی کٹھنائی اور مصیبت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا ہوئی ہو، لیکن ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ یہ مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، ایک جھنڈے کے نیچے کام کرنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ ایک جماعت بن کر لڑنا اُن کے بس میں نہ تھا۔ ان کی شکست اور بالآخر تباہی کا سب سے بڑا سبب یہی تھا اسی لئے دشمن ان پر غالب آیا اور ان کے استیصال میں کامیاب ہوگیا مگر یہ اتنے سخت جان تھے کہ مٹتے مٹتے بھی انھوں نے کئی سال لگا دیئے۔ اور اس اثنار میں ایسی زبردست لڑائیاں لڑیں کہ فتح مند دشمن کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔

معرکۂ نخلیہ کی تفصیل

مؤرخین نے معرکۂ نخلیہ کی تفصیل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قبیلۂ اشجع کی قیادت فروہ بن نوفل کے بعد عبد اللہ بن ابی الحوساء کے ہاتھ میں آئی۔ یہ شخص بھی میدانِ جنگ میں لڑتا ہوا کام آیا۔ پھر خوارج نے سرداری کا تاج حوثرہ بن وداع بن مسعود الاسدی کے سر پر رکھا، چنانچہ یہ معرکۂ نخلیہ میں شریک ہونے کے لئے پہنچ گیا۔ معاویہ نے اس کے پاس اس کے باپ کو بھیجا کہ جس

طرح ہو سکے اسے واپس لے آئے، اُسے رخصت کرتے وقت کہا " اپنے بیٹے کے پاس جاؤ، شاید تمہیں دیکھ کر وہ نرم پڑجائے "

معاویہ کا حکم پاکر حوثرہ کا باپ بیٹے کے پاس پہنچا، اُسے سمجھایا بجھایا، نتائج و عواقب بتائے، پھر کہا:

" اپنے ساتھ میں تمہارے بیٹے کو بھی لیتا آیا ہوں، شاید اسے دیکھ کر تم محسوس کرو کہ اولاد کا فراق برداشت کر لینا آسان نہیں ہوتا "

حوثرہ نے باپ کی یہ ساری باتیں سُن کر جواب دیا:

" کافروں کے ہاتھ سے نیزے کا گھاؤ کھانا میرے لئے کہیں مرغوب و پسندیدہ ہے بہ نسبت اپنے بیٹے کے دیدار اور اشتیاق کے "

اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد حوثرہ کا باپ واپس آگیا اور وہ تمام گفتگو جو اس سے اور حوثرہ سے ہوئی تھی دُہرادی۔

اس کے بعد معاویہ نے ایک لشکرِ گراں خوارج کے مقابلے میں بھیجا جس نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

تواریخِ اولیٰ (۳)

خوارج کوفہ میں

معرکۂ نخلیہ کے بعد بھی خوارج نچلے نہیں بیٹھے۔ ان سے اور حکومتِ وقت افواج قاہرہ سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جہاں کہیں موقع ملتا شورش اور بغاوت کی آگ، نہ بھڑکا سکتے تو چنگاری سلگا دیتے، لیکن ان جھڑپوں اور شورشوں کا کوئی خاص نتیجہ مترتب نہیں ہوا :

خوارج کوفہ میں

آخر وہ وقت آیا کہ یہ لوگ کوفہ میں وارد ہوئے۔ اُن میں وہ لوگ بھی تھے جو نہروان کے موقع پر موجود اور شریک تھے، کوفہ کے گورنر اس زمانہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے، انھوں نے خوارج سے کوئی تعرض نہیں کیا، نہ سختی کی، نہ عنایات و نوازش کا مظاہرہ کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مغیرہ کا شمار چوٹی کے عرب سیاست دانوں میں ہوتا تھا، اور وہ ذاتی مطامع کو زیادہ عزیز رکھتے تھے، وہ ان لوگوں میں تھے جنھیں اپنی سلامتی اور عافیت کی زیادہ فکر ہوتی ہے وہ معاویہ کے ہواخواہوں میں تھے، لیکن اپنی راحت و طمانیت اور آسائش و فراغت کو اُن کے استقرارِ حکومت پر قربان کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اُن امراء اور حکام میں سے تھے جو اپنے اغراض حیلہ جوئی اور ہوشیاری سے حاصل کرتے ہیں اور خون بہانے سے گریز کرتے ہیں، چنانچہ انھوں نے خوارج پر کسی طرح کی پابندی نہیں عائد کی۔

اور وہ لوگ اپنی تیاریاں کرتے رہے۔ حیان بن ظبیان کا گھران کا دار الشوریٰ تھا، یہیں انھوں نے مستورد بن علفہ کو اپنا امیر بنایا، اور طے کیا کہ ماہ شعبان (۴۳ھ) میں باقاعدہ خروج کیا جائے۔

خوارج سے مغیرہ کی چشم پوشی

یہ حیان وہ شخص تھا جس نے جنگ نہروان میں علی سے مقاتلہ کیا تھا، لیکن جب وہ مجروح ہو کر ان کے سامنے لایا گیا تو انھوں نے اسے معاف فرمادیا۔ تندرست ہونے کے بعد اپنی جماعت کو لے کر رَے چلا گیا، اور وہیں اقامت اختیار کر لی، پھر جب اُسے یہ اطلاع ملی کہ علی قتل کر دیئے گئے تو یہ اپنے انصار کے ساتھ دشمنوں سے لڑنے کے لئے کوفہ کی طرف بڑھا، یہاں آنے کے بعد اس کا گھر خوارج کا مرکز بن گیا۔ کوفہ کے خوارج بھی یہاں آتے اور شریکِ مشورہ ہوتے۔

مغیرہ کو جب پولیس کے افسر اعلیٰ نے خوارج کی سرگرمیوں کا حال بتایا اور یہ کہا کہ وہ خروج کی تیاریاں کر رہے ہیں تو مغیرہ کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اس چشم پوشی کا حال جو اب تک وہ خوارج کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں معاویہ کو معلوم ہوا تو وہ انھیں متہم کریں گے اور کسی دوسرے شخص کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیں گے۔ یہ سوچ کر انھوں نے پولیس کے افسر اعلیٰ کو حکم دیا کہ وہ حیان کے گھر جائے اور وہاں جتنے آدمی ملیں اُن سب کو پکڑ لائے، وہاں تقریباً بیس آدمی ملے جو گرفتار کر کے لائے گئے، مغیرہ نے حکم دیا انھیں جیل میں ڈال دو، جو لوگ گرفتار ہوئے ان کے عزیزوں کو جب یہ خبر ملی تو وہ سہم گئے۔ اس موقع پر مستورد نے ایک دوسرے گھر کو جو حیرہ میں واقع تھا مرکز بنا لیا، اور گرفتار شدہ لوگوں کے بھائیوں اور عزیزوں کو پیام بھیج کر اپنے پاس بلا لیا، یہ لوگ فوراً پہنچ گئے۔

مغیرہ کی تقریر رؤسائے قبائل کے سامنے

مغیرہ کو جب اس نئی صورتِ حال کا علم ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ خوارج اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو انھوں نے رؤسائے قبائل کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک تقریر کی، اللہ کی حمد اور رسولؐ کی ثنا کے بعد انھوں نے دورانِ تقریر میں کہا:

"تم جانتے ہو میں تم سب لوگوں کا ہوا خواہ ہوں، تمھاری بھلائی چاہتا ہوں، تمھیں اذیت دینے سے بچتا ہوں، لیکن اب مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے بیوقوفوں کی وجہ سے تم بھی مبتلائے مصیبت ہوگے میں ڈرتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ بے گناہ لوگ بھی گنہگاروں اور احمقوں کی خطا کاریوں کا شکار ہوں گے، تمھیں چاہیئے کہ اپنے ان احمقوں کو قابو میں رکھو، قبل اس کے کہ مصیبت نازل ہو اور تم سب اس میں پھنس جاؤ۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو شقاق، نفاق اور خلاف کے لئے ہمہ تن سرگرمِ کار ہیں، خدا کی قسم وہ کسی قبیلے سے بھی تعلق رکھتے ہوں میں انھیں ہلاک کروں گا اور دوسروں کے لئے نمونۂ عبرت بنا دوں گا۔"

یہ سن کر قیس ریاحی اٹھا اور اس نے کہا:

"اے امیر! ہم آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ ہمیں ان کی تفصیل بتائیے، اگر وہ ہم میں سے ہیں تو ہم خود ان کا تدارک کرلیں گے اور آپ کو کسی طرح کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی اور اگر وہ ہم میں سے نہیں ہیں دوسرے لوگ ہیں تو پھر اہلِ اطاعت کو چاہیئے

کہ ہر قبیلے کے نادانوں کو لا کر جمع کر دیں۔"

اس کے بعد مغیرہ نے رؤسائے قبائل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تم میں سے ہر شخص قبیلے کے لوگوں کا ذمہ دار ہے۔ تمھیں یہ ذمہ داری قبول کرنا پڑے گی، ورنہ خدا کی قسم تمھیں میں ایسی حالت میں ڈال دوں گا کہ جسے تم پسند کرتے ہو، نا پسند کرنے لگو گے، اور جسے نا پسند کرتے ہو اسے برداشت کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

مغیرہ کی اس تقریر کے بعد رؤسائے قبائل اپنے اپنے قبیلے میں واپس گئے اور اپنے اپنے لوگوں کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر بغاوت، شورش اور خروج سے روکنے کی کوشش کی۔

مغیرہ کی حکمتِ عملی

یہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور لوگ خوارج کا ساتھ دیتے ہوئے ہچکچانے لگے، چنانچہ مستورد کے ساتھ صرف تین سو آدمی رہ گئے۔ جنھیں لے کر وہ مقام صراۃ میں چلا گیا، جو بغداد کے قریب واقع ہے، کچھ لوگ دوسری جگہ جس کا نام بھرسیر ہے چلے گئے۔

مغیرہ کو جب ان لوگوں کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے ایک لشکر خوارج سے قتال کے لئے مرتب کیا جو تین ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا، جو تقریباً سب کے سب شیعہ تھے، انھوں نے واسط اور بصرہ کے مابین ایک مقام مدار میں خوارج کو جا لیا، اور اُن کا خاتمہ کر دیا، بھرسیر میں جو خوارج تھے انھیں بھی اس لشکر نے موت کے گھاٹ اتار دیا، مغیرہ کی یہ حکمتِ عملی قابلِ داد ہے۔ کہ انھوں نے خوارج کا زور شیعہ کی مدد سے توڑا، شیعہ اور خوارج ایک دوسرے کے دشمن تھے اور پھر یہ دونوں معاویہ اور ان کی حکومت کے دشمن تھے، اس طرح مغیرہ نے قصرِ امارت میں بیٹھے بیٹھے

بغیر اس کے کہ تلوار میان سے نکالی ہو، دونوں کو کمزور کر دیا۔ اور ان کا زور توڑ دیا۔

مغیرہ کا موقف ضعف پر مبنی تھا

واقعہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کا موقف ان دونوں گروہوں کے مقابلے میں نرمی سے زیادہ ضعف پر مبنی تھا، نہ ان میں یہ جرأت تھی کہ خوارج اور شیعہ سے سیاستِ معاویہ کی حمایت میں برسرِ پیکار ہو سکیں۔ نہ ان میں یہ حوصلہ تھا کہ خوارج اور شیعہ کی اس تنقید کو گوارا کر سکیں جو وہ بنو امیہ کے خلاف کیا کرتے تھے۔ اگر معاملہ صرف نکتہ چینی اور ترش کلامی تک محدود رہتا اور اس کے ساتھ اقدام و عمل نہ ہوتا۔

اگر کوفہ میں خوارج کا اجتماع ایک معین دن پر ان کے خروج اور پیش قدمی کا سبب نہ بن جاتا۔

اگر انھیں معاویہ اور ان کے حاشیہ نشینوں سے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ ان پر اس شورش اور بغاوت کی پشت پناہی کا الزام لگایا جائے گا اور اہلِ شقاق و خلاف کی سرپرستی سے وہ متہم کئے جائیں گے۔

تو یقیناً وہ خاموش رہتے اور کسی طرح کا کوئی اقدام نہ کرتے اور بلاشبہہ ان کی یہ سیاست اہلِ کوفہ کو بھی پورے طور پر خوش اور مطمئن رکھتی طبری نے بھی اپنی تاریخ میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے، کوفیوں نے مغیرہ جیسا حاکم کوئی نہیں دیکھا جو نرم خُو اور سکون پسند تھا، کسی شخص کو خواہ وہ کسی مکتبِ خیال کا ہو تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی کوشش اپنے سارے دورِ حکومت میں یہ رہی کہ زندگی سے

باقی ماندہ ایام سکون و آسائش اور اطمینان و راحت سے بسر کرسکیں ۔

مغیرہ کی پہلوتہی

جب کبھی کوئی شخص مغیرہ کے پاس آتا اور ان سے کہتا:

" فلاں شخص اپنے عقائد کے لحاظ سے شیعہ ہے اور فلاں شخص اپنے اعتقاد کے لحاظ سے خارجی ہے "

تو یہ سُن کر مغیرہ جواب دیتے:

" اللہ کی مرضی ایسی ہی ہے کہ لوگ مختلف افکار و عقائد پر عامل ہیں اور جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں اس کا فیصلہ خدا کے ہاں ہو ہی جائے گا "

مغیرہ سکوت کو ترجیح دیتے تھے

مغیرہ کے عہد میں عام طور پر لوگ امن و آسائش کے ساتھ رہے، ان کے عہد میں خوارج بھی مختلف مقامات پر جمع ہو کر اقدام و عمل سے متعلق باہمی صلاح و مشورے کرتے رہے مغیرہ نے ان باتوں کے خلاف کوئی عملی کارروائی نہیں کی سکوت کو ترجیح دی، لیکن جب اجتماعات بار بار ہونے لگے، سازشیں جڑ پکڑنے لگیں تو انھوں نے پولیس کی مدد سے مشکوک اور مشتبہ لوگوں کو گرفتار کیا اور بعد میں خوارج سے باقاعدہ جنگ کر کے انھیں فنا کر دیا، ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کوفہ میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے اور ان کا پلہ بھاری ہو گیا، معاویہ کے گورنر کی حیثیت سے سات سال سے زیادہ وہ اپنے منصب پر قائم رہے بہرحال وہ خوش گزران اور عافیت پسند آدمی تھے، حصولِ مقاصد اور قیامِ اقتدار کے لئے حکمتِ عملی اور حیلہ جوئی سے بھی کام لیتے تھے ۔

مغیرہ کا قول "مجھے یاد کرو گے" مغیرہ کہا کرتے تھے:

"میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اس شہر کے سربرآوردہ لوگوں کے قتل میں پہل کروں، اور خون بہاؤں جس سے دنیا میں معاویہ سربلند ہوں اور قیامت کے دن مغیرہ سرنگوں! میں تو اچھے آدمی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں، خطاکار سے درگزر کرنا میرا شیوہ ہے حلیم اور بردبار شخص سے میں حسن سلوک کا برتاؤ کرتا ہوں، احمق اور نادان کو سمجھاتا اور نصیحت کرتا ہوں، ایک روز موت میرے اور اس شہر کے لوگوں کے درمیان حائل ہو جائے گی، پھر میرے بعد جب دوسرا شخص اس مسند پر بیٹھے گا تو اسے دیکھ کر یہ لوگ مجھے یاد کریں گے۔"

خوارج اور زیاد

کوفہ میں خوارج کا جو رنگ ڈھنگ تھا وہ بیان ہو چکا، اب ہم بصرہ کی طرف رُخ کرتے ہیں اور یہ اپنے رنگ کا عجیب و غریب قصہ ہے:

بصرہ کی اہمیّت معاویہ کے عہد میں بصرہ ایک بہت بڑا شہر بن چکا تھا۔ جہاں خلقت ٹوٹی پڑتی تھی۔ آنے والوں اور جانے والوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم تھا۔ تجارت اور کاروبار کی وسعت نے اس شہر کو چار چاند لگا دئے تھے، اس کی وسعت ایلہ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ بحری تجارت کا سب سے بڑا مرکز تھا، بلادِ عربیہ سے تجارتی قافلے ہند اور چین کی طرف یہیں سے روانہ ہوتے تھے۔

باشندگانِ بصرہ بصرہ کے باشندوں میں شمالی عرب کے لوگ، یعنی قبائل مضر و ربیعہ کے لوگ بڑی تعداد میں شامل تھے، ان مستقل باشندوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پردیسی یہاں پر مستقل اقامت اختیار کئے ہوئے تھے، جن میں ہند کے لوگ بھی تھے، چین کے بھی اور فارس کے بھی، بصرہ کی آبادی ملی جلی آبادی تھی۔ جسے غیر اقوام اور ممالک کے باشندوں کے امتزاج و اختلاط نے ایک عجیب قسم کا ملغوبہ بنا دیا تھا۔

آبادی کی اس رنگارنگی نے اس شہر کو علمی اعتبار سے بھی مختلف مکاتیب فکر کا نمائندہ بنا دیا تھا، جن میں ان لوگوں کا لایا ہوا فلسفۂ قدیمہ بھی تھا۔

بصرہ اس زمانے میں مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ ایک اور بہت اہم خصوصیت کا بھی حامل تھا، یعنی بہت بڑا جنگی مرکز بھی تھا اس وجہ سے اس کی اہمیت اور منزلت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

اس شہر میں ہر روز مختلف گروہ اور نئے نئے وفود اور رنگارنگ جماعتوں کے آنے سے داخلی نظم و امن کا قائم رکھنا بھی بہت مشکل ہو گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس رنگارنگی نے جہاں بصرہ کی عظمت بڑھائی، وہاں اندرونی طور پر اختلالِ عظیم بھی پیدا ہو گیا۔ شہر میں اور اس کے نواحات میں کہیں خوارج کا زور تھا کہیں رہزنوں کی ریل پیل تھی۔ کہیں ڈاکو راستہ رو کے کھڑے تھے، اور ان سب پر مستزاد وہ آفات تھے جو ایک بدوی جماعت کے حضارت اور آسودگی کی زندگی اختیار کر لینے کے بعد پیدا ہونے ناگزیر ہو گئے تھے، فسق و فجور بڑھ گیا تھا، اخلاقی اقدار کمزور پڑتے جا رہے تھے، جو بدوی عرب یہاں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے اُن میں جاہلیت کی خو بو اب تک موجود تھی۔ قبائلی تعصب نے انھیں اندھا کر دیا تھا، یہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے ہمیشہ مستعد اور چوکس رہتے تھے

زیاد بن ابیہ کا والی کی حیثیت سے تقرر

یہ حالات تھے جن سے عہدہ برآ ہونا معاویہ کے والیوں کے بس میں نہ تھا، اب تک جو والی آیا وہ اصلاح احوال میں ناکام رہا۔ حالات سُدھرنے کے بجائے اور زیادہ ابتر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا شخص امیر بنا کر بھیجا جائے جو بہت بڑا سیاست دان بھی ہو اور نظم و نسق کی غیر معمولی

صلاحیتوں سے بہرہ ور بھی ، جو پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرسکے ، اور فساد و شورش کے معالجہ کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

کامل غور و فکر کے بعد معاویہ کی نگاہِ انتخاب زیاد پر پڑی ، یہی شخص اس بارِ گراں کا متحمل ہو سکتا تھا ، چنانچہ ۴۵ھ میں زیاد بصرہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا ، خراسان و سجستان کی ولایت بھی اسے سونپ دی گئی ، ہند ، بحرین اور عمان بھی اس کے تابع کر دئے گئے ۔ ہند سے مراد ابلہ کے سرحدی مقامات تھے ۔

عراق خلافات و خصومات کا گہوارہ

اس زمانہ میں عراق خلافات و خصومات کا گہوارہ بنا ہوا تھا ، صرف خوارج ہی نہیں اور بھی کئی جماعتیں تھیں جو مصروفِ کار تھیں ، ان میں وہ لوگ بھی تھے اور دن بدن زور پکڑتے جاتے تھے جو امویوں کے اور ان کے انصار کے پوشیدہ اور علانیہ طور پر سخت مخالف تھے ، اس صورتِ حال نے معاویہ کو حد درجہ مضطرب کر رکھا تھا ، ان کا دن کا چین اور رات کا آرام اسی فکر کی نذر ہو رہا تھا ، وہ محسوس کر رہے تھے کہ انھیں ایسے ولاۃ چاہئیں جن پر وہ بھروسہ کر سکیں ، جن کے اخلاص پر انھیں اعتماد ہو ، اور ان کی اس خوش قسمتی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں ایسے کئی آدمی مل گئے ، بلا مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ بہترین والی ثابت ہوئے ، اس موقع پر ہم اُن کے اخلاق و صفات کو زیر بحث لانا نہیں چاہتے صرف ان کی سیاست اور قوتِ نظم و انتظام کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ معاویہ کو اسی کی ضرورت تھی ۔ اور یہ ضرورت انھوں نے بوجہ احسن پوری کر دی تھی ، انھوں نے ہر شورش کو کچل دیا ، ہر بغاوت پامال کر دی ، ہر سازش کا قلع قمع کر دیا ، امن جس قیمت پر بھی ہوا قائم کر دیا ۔

زیاد کی بے پناہ صلاحیتیں زیاد نے جب عراق کی ولایت اپنے ہاتھ میں لی تو اس سے ایسی صلاحیتوں کا ظہور ہوا جنھوں نے حالات کا رُخ بدل دیا۔ اُس نے اتنا سخت طرزِ عمل اختیار کیا کہ لوگ اس کا مقابلہ نہ کر سکے، انھوں نے گردن جھکا دی۔ اس نے بغیر کسی تامل اور جھجک کے وہ تمام طریقے اختیار کئے جو حصولِ مقصد کے لیے مفید اور قیامِ اقتدار کے لئے سازگار ہو سکتے تھے، اس نے باغیوں کی گردنیں اڑا دیں، مفسدین کے سر کاٹ ڈالے اور امن قائم کر دیا، اور اس طرح عراق میں وہ نظام بروئے کار لے آیا جو ہر اعتبار سے محکم اور مستحکم ثابت ہوا اور جس کی ضرورت سالہا سال سے محسوس کی جا رہی تھی۔

زیاد مسجد میں زیاد جب بصرہ پہنچا تو سیدھا مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں مسجد عوام کا مرکز، سیاست کا گہوارہ، علوم کا معبد تھی، جہاں لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ حکومت کے نظم و انتظام پر اس کی روش اور پالیسی پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ حکومت کے پروگرام وہیں سے نشر ہوتے تھے۔ بغاوتوں کی تیاریاں وہیں بیٹھ کر کی جاتی تھیں۔ علومِ مختلفہ کی درس و تدریس کے حلقے بھی وہاں قائم تھے ہر دیوار کے نیچے کوئی جید عالم بیٹھا اپنے طلاب اور تلامیذ کے سامنے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتا تھا۔

مسجد پارلیمنٹ بھی تھی اُس زمانہ کی مسجد آج کی مسجد سے بالکل مختلف تھی۔ ایک مستشرق نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ مسجد سے مسلمان پارلیمنٹ کا کام لیتے تھے، یہاں امیر شہر پابندی سے آتا تھا، لوگ بے روک ٹوک اس کے پاس پہنچتے تھے، خطیب یہیں تقریریں کرتے تھے۔ انقلاب پسندوں کی

مجلسیں بھی یہاں قائم رہتی تھیں، وحدتِ امّت کی پکار بھی یہیں سے بلند ہوتی تھی دارالامارۃ صرف گورنر اور اس کے خاندان کے لئے قیام گاہ کی حیثیت رکھتا تھا جہاں دن بھر کی محنت اور کارگزاری کے بعد آرام اور سکون حاصل کرنے کے لئے وہ پہنچتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ بصرہ میں داخل ہونے کے بعد زیاد نے جو پہلا کام کیا، وہ مسجد کا رخ کرنا تھا، تاکہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے، اور اپنے پہلے خطبے میں اپنی پالیسی، پروگرام اور طرزِ عمل کا اعلان کرے۔ جس کا لوگ بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔

جس زمانے کی داستان ہم بیان کر رہے ہیں اُس عہد کی یہی خصوصیت تھی جب بھی کوئی نیا حاکم، امیرِ شہر بن کر آتا تو سیدھا مسجد کا رُخ کرتا اور منبر پر کھڑا ہو کر اپنی سیاستِ جدیدہ کا اعلان کرتا اور لوگوں کو بتاتا کہ کس نہج کے تحت وہ اپنا دورِ ولایت شروع کرے گا۔ اس کے بعد ہی وہ صحیح طور پر امیر کی حیثیت اختیار کرتا، اور رسمی اور اصولی طور پر خلیفہ کا وکیل تسلیم کیا جاتا۔

سرکاری پالیسی کا اعلان بعد میں ہوتا تھا

اکثر مورخ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ یا امیر کی طرف سے "الصلوٰۃ جامعۃ" اعلان کیا جاتا تھا، خواہ وہ جمعہ کا دن ہو یا نہ ہو، اس کا مقصد یہ تھا کہ خلیفہ یا امیر نماز کے لئے مسجد میں آنا چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس موقع پر لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد جمع ہو، تاکہ اُن کے سامنے تفصیل سے اپنی سیاست اور پالیسی کا اعلان کر سکے۔ ایسے مواقع پر بعض امراء پولیس اور سپاہیوں کی مدد سے بلکہ اُن کے دباؤ سے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے پر مجبور کرتے تھے، اور اُن لوگوں

کو خاص طور پر جمع کیا جاتا تھا جو کسی طرح کے اثر و رسوخ کے حامل ہوں۔ تاکہ بات سب تک پہنچ جائے۔ اور پالیسی کے بارے میں ہر شخص کو پوری پوری واقفیت حاصل ہو جائے۔ ایسے مواقع پر امیر یا خلیفہ کے نزدیک یہ بات بھی معیوب نہ تھی کہ نگہبانوں کی ایک جماعت اس کے ارد گرد اثنائے خطبہ میں موجود رہے، تاکہ اس کا دبدبہ قائم رہے اور لوگ اس کا یہ دبدبہ دیکھ کر اس سے مرعوب ہو جائیں۔

زیاد کا پہلا لرزہ خیز خطبہ

زیاد بہت بڑا خطیب تھا، اس کی آتش نوائی جواب نہیں رکھتی تھی۔ علمارِ ادب نے اس کے خطبات کی شاندار الفاظ میں تعریف و تحسین کی ہے۔ شعرار نے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے انھیں ایک نمونہ قرار دیا ہے۔

زیاد جب مسجد میں پہنچا، ممبر پر چڑھا اور خطبہ شروع کیا تو حدِ نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا:

"سنو!

سخت جہالت، اندھا دھند گمراہی اور بدکاری جو دوزخ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشتعل کردیتی ہے، یہ وہی امورِ عظیمہ ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کرگزرتے ہیں اور عقلار کو بھی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ بوڑھے ان افعال سے پرہیز نہیں کرتے، بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں، تم نے تو جیسے آیاتِ ربانی کو سنا ہی نہیں، خدا کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں، یہ جانتے ہی نہیں کہ خدا نے اطاعت گزاروں کے لئے کیا ثواب اور گناہگاروں کے لئے کس قدر عذابِ سرمدی مہیا کیا ہے جس سے چھٹکارا ہی نہیں، کیا تم بھی ان لوگوں میں ہو جن کی آنکھوں میں

حرصِ دُنیا نے خاک جھونک دی، جن کے کانوں میں، ہوس و خواہش نے ٹھٹیاں دے دیں، جنھوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پسند کیا، دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں وہ بدعت کی جو پہلے کسی نے نہ کی تھی، خرابات کھُلے رہنے دئے، کمزور بیچاروں کو دن دہاڑے لُٹنے دیا جس کی گنتی کچھ کم نہیں ہے۔ کیا بائیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہیں تھے، قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دُور رہے، کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو، اُچکوں کی پردہ پوشی کرتے ہو، تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی پچ کرتا ہے جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر ہو، نہ قیامت کا اندیشہ، نالائقوں کے نقشِ قدم پر تو تم کہاں کے لائق رہے ـــــ؟ تم ان کو اپنی پناہ میں اس طرح لئے رہے کہ انھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی اور پھر تمھارے پس پشت گوشۂ رسوائی میں آکر چھپ رہے۔ جب تک میں ان کی جائے پناہ کو ڈھا نہ دوں اور جلا کر خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پانی حرام ہے، میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائے گی، مگر ایسی جس میں سے کمزوری نہ ثابت ہو، سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدّی نہ ہو، واللہ باللہ میں غلام کا مواخذہ آقا سے، مسافر کا مقیم سے، ہستمند کا اقبال مند سے، بیمار کا تندرست سے کروں گا، کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے گا تو یہ مثل زبان پر ہوگی۔

انج یا سعد فقد ھلک سعید (یعنی اے سعد تم بچو سعید

تو ہلاک ہو چکا) یا یہ ہو گا کہ تمھاری برچھیاں میرے لئے سیدھی ہو جائیں گی، منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ تم پر میرا کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی تمھیں جائز ہے۔ تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اس کے نقصان کا ضامن میں ہوں دیکھو شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شب گرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا۔ بس تمھیں اتنی مہلت دیتا ہوں کہ جتنے عرصے میں کوفہ تک خبر لے جائیں اور واپس آجائیں، دیکھو کوئی دعویٰ جاہلیت میں سننے نہ پاؤں، جس کو میں سنوں گا کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا، میں اس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا۔ تم لوگوں نے وہ کرتوت نکالے جو پہلے نہ تھے۔ ہم نے بھی ہر گناہ کے لئے سزا نکال رکھی ہے، کوئی کسی کو ڈبو دے گا تو میں اُسے ڈبو دوں گا، کوئی آگ لگائے گا تو میں اسے جلا ڈالوں گا، کوئی شخص کسی گھر میں سیندھ دے گا تو میں بھی اس کے قلب میں سوراخ کر دوں گا، کوئی اگر کسی شخص کے لئے قبر کھو دے گا میں اس کو جیتا اسی میں گاڑ دوں گا، اپنے ہاتھ کو، اپنی زبان کو مجھ پر دراز نہ کرنا، میں بھی اپنا ہاتھ، اپنی ایذا رسانی تم سے باز رکھوں گا، عام رسم و دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہو گی تو میں اس کی گردن مار دوں گا، میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان عداوت چلی آتی ہے، اب میں نے ان باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا ہے، تم میں جو نیک لوگ ہیں انھیں چاہیئے اپنی نیکی

کو زیادہ کریں ۔ جو بد لوگ ہیں اپنی بدی سے باز آئیں ۔ اگر میں یہ جان لوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی ہے جب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کروں جب تک کہ روگردانی و روکشی علانیہ میرے ساتھ نہ کرے ، ہاں اس صورت میں مَیں اُسے دم نہ لینے دوں گا ۔ اب تم اپنے اپنے کاموں میں از سرِ نو مصروف ہو جاؤ اور اپنے خیالات کو درست کرو ، کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں جو خوش ہو جائیں گے اور کتنے ہی لوگ میرے آنے سے خوش ہوئے ہیں جو رنجیدہ ہو جائیں گے ۔

ایہا الناس ! ہم لوگ تمھارے رئیس ہیں ، تمھاری حمایت کرنے والے ہیں ۔ خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی ، اس کی رُو سے ہم تم پر حکم چلائیں گے ، خدا نے جو مالِ غنیمت ہم کو بخشا ہے اس سے ہم تمھاری حمایت کریں گے ، ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو اور تمھارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حکومت میں عدل کریں ، ہماری خیر خواہی کرکے تم اپنے کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ ، اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا ۔

۱ : کوئی حاجت مند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اس سے روپوش نہ ہوں گا ۔

۲ : کسی کی تنخواہ کو یا وظیفے کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا ۔

۳ : تمھارے لئے کسی فوج کو بھی نہ رکھوں گا ۔

تمھیں چاہیئے کہ اپنے آئمہ کی بہبود کے لئے خدا سے دعا کرد۔ یہ سب تمھارے حاکم ہیں، تھیں ادب دینے والے ہیں، تمھاری جائے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو۔

اور سنو! تم نیک ہو جاؤ گے تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے، ان کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو، کہ اس سے تم غم وغصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے، ایسی حاجت کے طلب گار نہ ہو جو پوری کی جائے تو تم کو ضرر پہنچائے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے مقابلے میں کیا کرے، جب دیکھنا کہ میں تم میں کوئی حکم نافذ کرنا چاہتا ہوں تو اسے آسانی سے جاری ہونے دو، اور قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے ہر شخص کو چاہیئے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے!"

زیاد کے خطبے پر ایک خارجی کی تنقید

زیاد کا یہ خطبہ بڑا دہشت انگیز ثابت ہوا۔ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا نرالا اور عجیب خطبہ ہے۔ اسے سن کر سامعین پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ عربی زبان و ادب کی تاریخ میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔

زیاد کی پالیسی

زیاد نے محسوس کر لیا کہ بصرہ کے حالات حزم و عزم اور شدت و صراحت کے طالب ہیں۔ اس نے پہلے ہی موقع پر یہ بات اپنے سامعین کے سامنے واضح کر دی کہ وہ کس راہِ سیاست پر گامزن ہوگا! اس نے بتا دیا کہ وہ لوگوں کو تکلے کی طرح سیدھا کر دے گا۔ اور اس سلسلے میں ہر طرح کی سختی، تشدد اور جفاکاری کام میں لائے گا۔ رحم، رعایت اور مروت کو اپنے تصور میں بار پانے کا موقع نہ دے گا۔ اس نے اس موقع پر اپنے پروگرام کا اعلان بھی کر دیا، جو یہ تھا کہ بصرہ کے لوگ انکار، سرکشی، سرتابی اور شورش کے خوگر ہو چکے ہیں۔ دین کے معاملات میں بھی اور حکومت میں بھی، ان کی اصلاح احوال کی صورت صرف یہ ہے کہ وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو صدرِ اول میں اختیار کیا گیا تھا، یعنی اس حد تک نرمی کہ وہ کمزوری پر محمول نہ کی جائے، جیسا کہ عہدِ فاروقِ اعظم میں ہوا کرتا تھا۔

زیاد پر اعتراض اور اس کا جواب

اپنے اس خطبے میں زیاد نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ اہلِ عراق خطاکاری کے عادی ہو چکے ہیں، اُن کے لئے وہی عقوبات نافذ کئے جائیں گے جو ان خطاکاریوں سے مطابقت رکھتے ہوں۔

یہ خطبہ احکام عرفیہ کی حیثیت رکھتا تھا، لوگ سخت چکّر میں تھے کہ انھوں نے جو کچھ سُنا ہے اسے اپنی سماعت کی غلطی سمجھیں یا امر واقعہ پر محمول کریں؟ بُرے کے بدلے میں بھلے کو ماخوذ کرنا، بد کے بجائے نیک کو سزا دینا، کون سا شیوۂ انصاف ہے۔ چنانچہ ابو بلال جو ایک خارجی شخص تھا، اٹھا اور اس نے زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: وہ کہتا ہے "لا تزر وازرۃ وزر اخری"

"تو نے جو کچھ کہا ہے خدا کچھ اور کہتا ہے"

(کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی سزا صرف مجرم کو ملے گی ناکردہ گناہ کو نہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ یعنی انسان اپنے کئے کی جزا پائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اے زیاد جو بات کہی ہے وہ تیرے قول سے بہتر ہے، کیونکہ تو بُرے کے بدلے میں بھلے کو اور بد کے بجائے نیک کو بھی سزا دینے پر تُلا ہوا ہے۔"

یہ سن کر زیاد نے کہا:

"تو جو کچھ چاہتا ہے وہاں تک ہم صرف خون کے دریا میں غوطہ لگا کر ہی پہنچ سکتے ہیں۔"

زیاد کا دورِ حکومت

دہشت انگیزی کا دور

زیاد کا یہ خطبہ جذبہ خوں ریزی کا اتنا مظہر نہیں تھا جتنا دہشت انگیزی کا۔ اس کا مقصد پورا ہوا اور اس خطبہ نے ایسی دہشت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی کہ بصرہ کے حالات بہت جلد درست ہو گئے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے مضافات و نواحات کی طرف توجہ کی، بڑی بے دردی سے اس نے خوارج کا قلع قمع کیا۔ اس کے بنائے ہوئے دستور و آئین کی زد جس پر بھی پڑی وہ محفوظ نہ رہ سکا، یہاں تک کہ بصرہ کے علاوہ اس کے مضافات و نواحی میں بھی پورے طور پر امن قائم ہو گیا۔

اپنی اس کامیابی پر اس نے ایک دفعہ خود اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:

"بصرہ سے لے کر خراسان تک کسی مقام پر اگر ایک اونٹ بھی گم ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا یہ کس کی حرکت ہے۔"

زیاد نے کوفہ کو بھی دہشت زدہ کر دیا

زیاد نے پولیس کا افسرِ اعلیٰ عبداللہ بن حصین کو بنایا، اس نے لوگوں کو اتنا سراسیمہ کر دیا تھا کہ بصرہ کے حالات افواہوں کی صورت میں کوفہ تک پہنچ گئے، اور وہ چاہتا بھی یہی تھا کہ اس کی سیاستِ جدیدہ کا علم اہلِ کوفہ کو جلد از

جلد ہو جائے۔

زیاد نے ایک مدت مقرر کردی تھی۔ کہ فلاں وقت کے بعد اگر کوئی شخص آوارہ گردی کرتا ہوا رات کو پکڑا گیا یا وقتِ مقررہ پر سر گشت کا سلسلہ بند کر کے گھر میں نہ پہنچ گیا تو اسے قرار واقعی سزا دی جائے گی، عشا کی نماز وہ دیر کر کے پڑھتا تھا، پھر اس کے بعد کسی شخص کو حکم دیتا کہ سورۂ بقر یا کسی لمبی سورۃ کی تلاوت شروع کر دے۔ اس طرح دیر تک مسجد میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا کہ اس نے جو مہلت لوگوں کو آوارہ گردی نہ کرنے اور گھروں میں پہنچ جانے کی دی ہے، گزر جائے۔ پھر اس کے بعد وہ دارالامارۃ کا رخ کرتا اور پولیس والوں کو ہدایت دے جاتا تھا کہ اب وہ سڑکوں اور گلیوں کا ایک چکر لگائیں۔ اور اگر کوئی شخص چلتا پھرتا دکھائی دے تو اُسے قتل کر دیں۔

ایک بے گناہ اعرابی کا قتل

ایک مرتبہ پولیس والے زیاد کے پاس ایک اعرابی کو لائے جو وقتِ معینہ کے بعد سڑک پر گھومتا ملا تھا۔

زیاد نے اس سے سوال کیا:

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ رات کو گھومنے کی ممانعت کردی گئی ہے؟"

اعرابی نے جواب دیا:

"خدا کی قسم میں نے آپ کا یہ اعلان نہیں سُنا تھا، واقعہ یہ ہوا کہ میں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی کو لئے ہوئے آرہا تھا کہ رات آگئی اب مجبور ہو کر میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ کہ اس کے علاوہ میرے لئے کوئی اور چارہ نہ تھا اور مجھے قطعاً نہیں معلوم تھا کہ آپ نے رات کو نہ گھومنے پھرنے کا حکم صادر

کیا ہے "۔

زیاد نے اعرابی سے کہا:

"میرا خیال ہے کہ خدا کی قسم تو سچا ہے لیکن تیرے قتل ہی میں اُمت کی بھلائی ہے "۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اعرابی کی گردن ماردی جائے، اور اس حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی۔

غرض زیاد بہت سخت گیر حاکم تھا، اس کی گرفت میں آنے کے بعد رحمت و شفقت کو کنارہ کشی اختیار کر لینا پڑتی تھی۔

ایک بیباک خارجی زیاد کے سامنے

ایک مرتبہ اس نے اپنے ساتھیوں میں ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو جو خوارج کا ہم رائے ہے میری خدمت میں حاضر کرو۔ تھوڑی دیر میں وہ شخص حاضر کر دیا گیا، اُسے دیکھ کر زیاد نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر ابوبکر و عمر و عثمان کا ذکر خیر کیا، اس کے بعد کہا:

"تم چپ کیوں بیٹھے ہو، شاید تمھیں یہ بات ناپسند ہوئی؟"

یہ سُن کر خارجی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور ابوبکر و عمر کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا، لیکن عثمان کا ذکر چھوڑ گیا، پھر زیاد سے مخاطب ہو کر اس نے کہا:

"جو کچھ آپ کہہ چکے ہیں اپنے عمل سے اس کی صداقت ثابت کیجیے، آپ نے اعلان کیا ہے کہ جو ہم سے الگ رہے گا، ہم اسے کوئی تعرض نہیں کریں گے"۔

زیاد نے خارجی کی یہ بات سُن کر اُسے انعام دیا اور رخصت کر دیا۔

اس قصے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گو زیاد سیاسی طور پر خوارج کا
سخت مخالف تھا، لیکن اگر کوئی خارجی مقابلہ نہ کرے تو صرف عقائد وخیالات
کے اختلاف کی بنا پر سزا انہیں دیتا تھا، اسی طرح جو لوگ بنو امیہ کی حکومت کو ناپسند
کرتے تھے لیکن عملی طور پر خاموش تھے انھیں بھی وہ نہیں چھیڑتا تھا۔

مغیرہ کی وفات کے بعد معاویہ نے زیاد کو کوفہ
کوفہ بھی زیاد کے ہاتھ میں کی ولایت بھی سونپ دی اور اس طرح عراق
میں نائب سلطان کی حیثیت اس نے حاصل کرلی، بلکہ سارے مشرق کا وہ حاکم
بن گیا۔

زیاد کا حسنِ سلوک خارجی عورتوں کے ساتھ

زیاد کے زمانے میں خوارج کو ظہور و عروج کے مواقع بہت کم ملے، اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے قبائل اور رؤسا رقبائل کو اپنے سرکشوں اور باغیوں کا ذمہ دار بنا دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوئی قبیلہ جب یہ محسوس کرتا کہ اس میں کچھ خارجی موجود ہیں تو وہ انھیں روکتا۔ یا انھیں لے کر زیاد کے پاس پہنچ جاتا۔ زیاد ان لوگوں کو ہدفِ انتقام بناتا اور فوراً قتل کر دیتا۔

عورتوں کی لاشیں برہنہ کر کے پھنکوا دیں ایک مرتبہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، کچھ خوارج شورش اور ہنگامے کے ارادے سے نکلے، ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں، زیاد ان لوگوں پر غالب آیا، اور انھیں قتل کر دیا، عورتوں کی لاش برہنہ کر کے پھنکوا دیں۔ اس واقعے کے بعد پھر زیاد کے عہد میں کوئی عورت خوارج کے ساتھ گھر سے باہر نہیں نکلی۔ اس کے بعد جب عورتوں کو خوارج اپنے ساتھ خروج کی دعوت دیتے تو وہ جواب دیتیں ہم بڑے شوق سے یہ فریضہ انجام دینے کو تیار تھے۔ اگر ہمیں اپنی عریانی کا اندیشہ نہ ہوتا۔

اس لرزہ خیز طرزِ عمل کا اثر خارجی عورت کے ساتھ زیاد نے جو سلوک کیا،

وہ اس کی سیاست دانی اور دور اندیشی پر دال ہے۔ کیونکہ خوارج کے لشکر میں عورتوں کا وجود جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا۔ اپنے درمیان عورتوں کو موجود پاکر وہ زیادہ دلیر اور زیادہ بہادر بن جاتے تھے۔ لیکن زیاد نے اس کی کاٹ اس طرح کی کہ پھر خوارج کا ظہور و خروج کمزور پڑ گیا۔ ان کے عزائم پست ہو گئے، جو شخص تن تنہا لڑ رہا ہو وہ موقع دیکھ کر پسپائی بھی اختیار کر سکتا ہے اور بھاگ بھی سکتا ہے لیکن جو اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لے کر لڑ رہا ہو اس میں وہ عزم اور حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر بھاگنا چاہے تو بھی نہیں بھاگ سکتا۔ زیاد نے ان کے لئے بھاگنے کا راستہ پیدا کر دیا۔

خوارج کا ایک عجیب نظریہ خوارج نے جب دیکھا کہ اگر مسلمانوں سے الگ رہ کر نجات و عافیت کی کوئی صورت نہیں تو گو وہ مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے تھے مگر اب از روئے اجتہاد عام مسلمانوں کے ساتھ بود و باش اور سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کہتے جو اشتعال انگیز ہوتی، اس طرح گویا وہ اسلام کے عہد اول کی اس تاریخ کا اعادہ کر رہے تھے جب مسلمان بے بسی کی حالت میں مشرکین کے ساتھ مکہ میں رہنے پر مجبور تھے۔

زیاد کی طرف سے قتل عام بصرہ کی ولایت پر فائز ہونے کے بعد جب زیاد خوارج کو رام نہ کر سکا تو ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ صرف مردوں ہی کو نہیں، عورتوں تک کو پوری بے دردی اور شقاوت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ ایک خارجی عورت البجا جب اس کے سامنے گرفتار کر کے لائی گئی تو اس نے حکم دیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں۔ جب ہاتھ پاؤں

قطع کر دئے گئے تو اس نے حکم دیا اسے سڑک پر پھینک دیا جائے ۔

خوارج تقیہ نہیں کرتے تھے

خوارج کی بڑی جماعت اپنے عقائد میں شیعوں کی طرح تقیہ کی قائل نہیں تھی ۔ یہ لوگ علی الاعلان اور بے دھڑک دل کی بات زبان پر لے آتے تھے ۔ اور موقع مل جاتا تو اسے عمل میں لانے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے ، یہ ایک شعلۂ جوالہ تھے جو ایک انگارے کی طرح برسرِ راہ دہک رہا تھا ، یہ ایک آگ تھے جو ہردم بھڑکتی رہتی تھی ۔ زیاد کی سفاکیوں اور شقاوتوں کی یوں تو جو بھی زد میں آیا نہ بچ سکا ، لیکن خوارج اس کا خاص نشانہ تھے ، سب سے زیادہ انہی کو جان ، مال اور آبرو کا نقصان اس کے ہاتھوں اٹھانا پڑا ، ان کا قتل بھی اتنا ہولناک ہوتا تھا کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے ۔ جو خارجی بھی پکڑا جاتا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے ، پھر اس کی لاش چوراہے پر پھینک دی جاتی جو ہر خارجی کے لئے نمونۂ عبرت اور ہر آئندہ و روند کے لئے نمونۂ دہشت بن جاتی تھی ۔

خوارج عورتوں کی بے مثل بہادری

خوارج بڑے بہادر تھے ، جرأت و ہمت اُن کی گھٹی میں پڑی تھی ، خارجی عورتوں نے بھی مختلف جنگوں اور لڑائیوں میں ہر طرح کے شدائد اور مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کیا ، خارجی عورتوں کی جرأت و بہادری دیکھ کر زیاد کا غصہ اور بھڑک اٹھتا تھا ، اُسے اس بات کا بڑا صدمہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ مشرکہ عورتوں کے قتل سے منع کیا ہے تو مسلمان عورتوں کو کس طرح قتل کیا جائے ، لیکن اس کی نظر میں خارجی عورتیں مشرکہ عورتوں سے کہیں بڑا اور اہم خطرہ تھیں ، یہ اپنے وجود سے خوارج کی فوج کا حوصلہ بلند رکھتیں ۔ ان میں جرأت پیدا کرتیں ، ان باتوں کا نتیجہ یہ

ہو تا کہ ایک خارجی دس آدمیوں پر بھاری ہو جاتا۔ اور چونکہ اس فتنۂ عظیم کی سرکوبی لازمی تھی لہٰذا انکال و عقوبت کے وہ تمام طریقے زیاد نے اختیار کئے جن سے لوگ قبل ازیں بالکل ناواقف تھے، اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی خارجی عورت اس کے ہاتھ میں آئی تو اُسے زیادہ سے زیادہ لرزہ خیز سزا دے گا۔

بلجاء ایک خارجی خاتون

بلجاء خارجی عورتوں میں بڑے پایہ کی عورت تھی۔ تعلیم یافتہ، متقی، عصمت مآب، بہادر، ابو بلال کے پاس جو رئیسِ خوارج تھا وہ اکثر آیا کرتی تھی، اور خارجی تحریک سے متعلق صلاح و مشورہ کیا کرتی تھی۔

ایک روز ایک خارجی نے ابو بلال کو بتایا کہ ابن زیاد نے قسم کھائی ہے اور عزم کر لیا ہے کہ اگر بلجاء ہاتھ آگئی تو بڑی ہی عبرت ناک سزا وہ اسے دے گا۔ یہ خبر سُن کر حاضرین میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ یہ اضطراب موت کی دہشت پر مبنی نہیں تھا، کیونکہ جس راستے پر وہ چل رہے تھے یہ موت ہی کا راستہ تھا لیکن اس پر بھی وہ تیار نہیں تھے کہ ان کی ایک ہم عقیدہ خاتون کی بے وقری زیاد اس طرح کرے کہ اُسے قتل کرے اور پھر ننگا کر کے سڑک پر ڈال دے، یہ بڑے عار کی بات تھی۔

بلجاء نے بھاگنے سے انکار کر دیا

ابو بلال بلجاء کے گھر گئے اور اُسے نصیحت کی کہ اب اسے پوشیدگی کے ساتھ کہیں اور چلا جانا چاہیئے، تاکہ زیاد کے لرزہ خیز مظالم کا نشانہ بننے سے محفوظ رہے، لیکن بلجاء پر یہ خبر سُن کر کوئی دہشت طاری نہیں ہوئی، اس نے نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ کہا:

"اگر وہ ایسا کرے گا تو بدبخت ہوگا، اگر میں اس کے ہاتھ آجاؤں تو اُسے حق ہے کہ جو سلوک چاہے کرے۔"

اور آخرکار بلجار زیاد کے ہاتھ آئی، اس نے وہی کیا جو کہا تھا، قتل کرایا، ہاتھ پاؤں کٹوائے، پھر کپڑے اتار کر لاش سڑک پر پھنکوا دی۔

توارثِ اولیٰ (۱۰)

زیاد کے ہاتھوں خوارج کی دُرگت

زیاد نے ابوبلال کو قید کر دیا، کچھ دنوں کے بعد اسے رہا کر دیا، لیکن اس کے مسلک میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ رہائی کے بعد پھر اس نے خروج کی تیاریاں کیں، اس مرتبہ زیاد نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے ایک بڑا دستہ فوج بھیجا۔

ابوبلال نے جب یہ خبر سنی کہ زیاد خوارج کو تہس نہس کر ڈالنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو اس نے اپنے احباب کو جمع کیا اور ان سے کہا:

"ان اشتعال انگیزیوں کے باوجود ہم اپنی طرف سے پہل نہیں کریں گے، اور تلوار اس وقت تک بے نیام نہیں کریں گے جب تک ہم سے مقابلہ نہ کیا جائے اور ہمیں اس کام پر مجبور نہ کر دیا جائے۔"

ابوبلال خارجی کی بہادری

پھر اس کے بعد ابوبلال اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہواز چلا گیا۔ راستے میں اسے وہ مال اور سامان ملا جو زیاد کے لئے جا رہا تھا، چالیس آدمی ابوبلال کی طرف سے جھپٹے اور سارے مال پر قبضہ کر لیا۔ ابوبلال نے اس مال کا ایک حصہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا، اور باقی مال واپس کرتے ہوئے زیاد کے آدمیوں سے گویا ہوا۔

"اپنے آقا سے کہہ دینا ہم نے اپنا حصہ لے لیا"
اس واقعے سے زیاد بہت زیادہ مشتعل ہوا، اس نے ایک بڑا لشکر ابو بلال اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی اور قلع قمع کے لئے بھیج دیا جس کی قیادت اسلم بن ذرعہ کے ہاتھ میں تھی۔ خوارج نے اس لشکر پر بڑی بے جگری سے حملہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ کہ قتال کی نوبت بھی نہیں آئی۔ اور اسلم مع اپنے سپاہیوں کے بھاگ کھڑا ہوا۔ زیاد اسلم پر بہت خفا ہوا، اور اس کی بزدلی پر طعن و تشنیع کرنے لگا۔ اس کے بعد نوبت یہ پہنچی کہ جب کبھی اسلم بازار میں سے گزرتا تو اسے دیکھ کر شہر کے لڑکے تالیاں پیٹتے اور کہتے:

"یہ ہے وہ جسے ابو بلال نے بھگا دیا"

خارجیوں کا دھوکے سے حالتِ نماز میں قتل

اب زیاد کی طرف سے عباد بن علقمہ چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچا۔ ابو بلال نے کوشش کی کہ جنگ و جدل کی نوبت نہ آئے۔ اور سالار لشکر اسلم کی طرح واپس چلا جائے۔ لیکن عباد نے یہ بات نہیں مانی اور فریقین میں مقاتلہ شروع ہو گیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ خوارج نے نماز پڑھنے کے لئے عباد سے مہلت مانگی۔ اس نے کہا:

"ہماری طرف سے اجازت ہے"

خوارج نے نماز پڑھنے کے لئے اسلحہ اتار کر رکھ دئے اور نماز شروع کر دی۔ اس موقع سے زیاد کے لشکر نے پورا فائدہ اٹھایا اور نماز کی حالت میں ایک ایک خارجی کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد موقع پا کر خوارج کی ایک جماعت نے عباد کو بھی دھوکے سے قتل

قتل کر دیا۔

ہر خارجی کو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ

یہ خبر سن کر زیاد اور زیادہ انگاروں پر لوٹنے لگا۔ خوارج کے خلاف اس کی برہمی اور بڑھ گئی، اپنے قائد لشکر کا قتل خوارج کے ہاتھوں اس کے لئے حد درجہ اشتعال انگیز ثابت ہوا۔ اور اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ ہر خارجی کو جس تک دسترس ہو سکے گی خواہ وہ امن پسند ہو یا جنگ جو قتل کر ڈالے گا۔

چنانچہ اس نے اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنایا اور خوارج کی بہت بڑی تعداد کو بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

خوارج کا عجیب و غریب کردار

زیاد کے پاس عروہ بن ادیہ گرفتار کر کے لایا گیا۔ خوارج میں یہ پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے تلوار بے نیام کی تھی، اور جنگ نہروان میں عملی حصّہ لیا تھا، لیکن بچ نکلا تھا، اب وہ اپنے غلام سمیت گرفتار کر کے زیاد کے حضور میں پیش کیا گیا۔

زیاد کا ایک خارجی سے سوال و جواب

زیاد نے عروہ بن ادیہ سے ابوبکر و عمر کے بارے میں اس کی رائے دریافت کی، ان دونوں کے متعلق اس نے بڑے اچھے الفاظ میں اپنی رائے ظاہر کی

پھر زیاد نے پوچھا:

"عثمان کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

عروہ نے کہا:

"خلافت کے ابتدائی چند سالوں تک بڑے اچھے آدمی تھے، اس کے بعد کافر ہو گئے تھے۔"

زیاد نے عروہ سے دریافت کیا:

"علی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟"

"تحکیم قبول کرنے سے پہلے وہ بھی سراپا خیر تھے، اس کے بعد وہ بھی عثمان کی طرح کافر ہو گئے۔"

پھر زیاد نے عروہ سے کہا:

"اب یہ کہو خلیفۂ قائم معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

عروہ نے نہایت قبیح قسم کی گالیاں معاویہ کو دینی شروع کر دیں۔

زیاد یہ باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا:

"اب یہ بتاؤ میرے بارے میں تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

عروہ نے معاویہ سے بھی زیادہ شدید اور غلیظ قسم کی گالیاں زیاد کو دینا شروع کر دیں۔

آخر زیاد تاب نہ لاسکا، اس نے تلوار کے ایک وار میں عروہ کی گردن اڑا دی پھر اس کے غلام کو طلب کیا اور اس سے کہا:

"ذرا عروہ کے حالات تو بیان کرو۔"

غلام نے کہا:

"اس نے دن کو کبھی کھانا نہیں کھایا۔ رات کو کبھی بستر پر نہیں سویا۔ وہ صائم النہار اور قائم اللیل تھا۔"

ابو بلال کا ناقابلِ فراموش کردار

زیاد نے جب ابو بلال کو گرفتار کیا تھا جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ تو اسے اسیرِ زندان کر دیا۔ ابو بلال بھی خوارج میں بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ مجتہد اور کثیر العبادت، جیلر نے جب ابو بلال کی شدّتِ عبادت کا مشاہدہ کیا، اس کے حُسنِ بیان سے بہرہ ور ہوا۔ تو وہ یہ کرتا کہ رات میں اسے رہا کر دیتا

اور صبح ہوتے ہوتے وہ پھر جیل خانے میں آ جاتا۔

ایک مدت اسی طرح گزر گئی۔

پھر زیاد نے فیصلہ کیا کہ اب جتنے خارجی جیل میں ہیں ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

ابوبلال کو اس فیصلے کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ وہ جیل سے باہر تھا۔ پھر بھی وقتِ مقررہ پر وہ واپس جانے لگا، اس کی بیوی نے کہا:

"خدا کے لئے جان بچانے کا سامان کرو، اگر جیل واپس گئے تو قتل کر دئے جاؤ گے۔"

ابوبلال نے جواب دیا:

"میں خدا سے فریب کار بن کر نہیں ملنا چاہتا، ضرور جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ حسبِ معمول جیل واپس آ گیا۔ جیلر اس کے اس کردار سے اس درجہ متاثر ہوا کہ اس نے زیاد سے جو اس کا رضاعی بھائی بھی تھا سفارش کی اور وہ رہا کر دیا گیا، خوارج کی جماعت میں ابوبلال غیر معمولی عزت و احترام کا شخص مانا جاتا تھا، پھر وہ کوزستان چلا گیا۔ اور وہیں قتل کر دیا گیا۔

خوارج جمہوریت کے علمبردار تھے

خوارج جمہوریت کے علمبردار تھے لیکن اُن کی عجیب و غریب انتہا پسندی نے انھیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ ان کے افکار و خیالات اور اقدام و عمل میں ہر ہر قدم پر تناقض ملتا ہے وہ مسلم اور غیر مسلم میں عجیب قسم کی تفریق کرتے تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان کا خون حلال تھا، لیکن غیر مسلم کو بچانے کے لئے وہ جان کی بازی لگا دیتے تھے، کیونکہ وہ ذمی تھے اور قرآن نے ذمیوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے، عقائد کی شدت میں وہ

انگریزوں کی مشہور پیوریٹین جماعت سے مشابہ تھے۔ جو کلیسائے انگلستان کو اپنے تقشّف اور انتہا پسندی کے باعث عہدِ مسیح کی طرف واپس لے جانا چاہتے تھے۔

خوارج کا نظریۂ سیاست خلیفہ کے انتخاب اور عزل میں اس نظریے سے ملتا جلتا تھا۔ جو انقلابِ فرانس اور انقلابِ انگلستان کا محرّک تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اہلِ مغرب نے انقلاب کا سبق خوارج سے سیکھا تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

خوارج کا دستور

خوارج کا دستور وہی تھا جو خلفائے اوّلین کا تھا۔ وہ ان دونوں کے اعمال کو سنّت اور حجّت قرار دیتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کے جوش نے ایسی شدّت اور شقاوت اختیار کر لی تھی کہ جب وہ کسی شہر پر حملہ کرتے تھے تو اپنے آپ کو مسلمین اوّلین قرار دیتے تھے۔ خوارج کا لفظ انھوں نے خود ہی اپنے لئے وضع کیا تھا، اس لئے کہ آئمۂ جور کے خلاف وہ خروج کیا کرتے تھے۔

زیاد نے عراق میں خوارج کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ زیاد کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ اس نے پہلے تو خوارج کو ڈھیل دی، پھر اس نے انھیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جیل میں بھرنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح خوارج کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئی۔

خوارج نے اب اپنا یہ اصول بنا لیا تھا کہ اگر کوئی خارجی کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو ہر قیمت پر اُسے قتل کر دیتے، یہاں تک کہ ایک زمانے میں کچھ عرصے تک عبید اللہ بن زیاد کو تلاش کرنے سے کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا تھا جو کسی خارجی کو قتل کرنے پر تیار ہو۔

خوارج کے عقائد اور اُن کے فرقے

خوارج میدانِ جنگ میں پھلے پھولے، تلوار کی دھار پر انھوں نے اپنی زندگی بسر کی، معرکہ صفین نے انھیں جنم دیا، سینکڑوں جنگیں اور معرکے ان کے خلاف برپا ہوئے لیکن انھیں فنا نہ کر سکے۔

خوارج کا نعرہ

خوارج نے تحکیم کے معاملے میں علی سے کھلم کھلا اختلاف کیا۔ اس بات پر اُن سے جُدا ہو گئے کہ انھوں نے تحکیم کیوں قبول کی۔ وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ کتاب اللہ میں کسی شخص کو تحکیم کا حق دیا جا سکتا ہے، ان کا نعرہ تھا:

"لاحکم الا اللہ"

یہ لوگ ابوبکر و عمر کی خلافت کو صحتِ انتخاب کی وجہ سے صحیح مانتے تھے۔ عثمان کے ابتدائی دورِ خلافت کو بھی درست تسلیم کرتے تھے، لیکن جب ان اطوار میں تغیر ہوا اور سیرتِ ابوبکر و عمر سے انھوں نے انحراف کیا تو انھیں کافر سمجھنے لگے، یہی روش ان کی علی کے ساتھ بھی تھی۔ اصحابِ جمل طلحہ، زبیر اور عائشہ وغیرہ پر بھی وہ طعن کیا کرتے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری اور عمرو ابن عاص کو انھوں نے کافر قرار دے دیا تھا۔

خوارج کا نظریۂ خلافت خلافت کے بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں۔ اور جب کوئی شخص منتخب ہوجائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تحکیم قبول کرے۔ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا بھی وہ ضروری نہیں سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ خلیفہ کو پورے طور پر امرِ الٰہی کا پابند ہونا چاہیئے۔ ورنہ پھر اسے معزول کردینا چاہیئے۔

چنانچہ انھوں نے اپنا امیر عبداللہ بن وہب کو بنایا اور اُسے امیر المومنین کہنے لگے۔ عبداللہ بن وہب قریشی نہیں تھا، خوارج کے اس مسلک کی شیعوں نے اس لئے مخالفت کی کہ وہ اُسے آلِ رسول اللہؐ کا حق سمجھتے تھے، اور سنّیوں نے اس لئے کہ ان کے نزدیک خلافت کے لئے قریشیت شرطِ لازم تھی، بنو امیہ اور بنی عباس کے خلاف خوارج نے اس لئے بار بار خروج کیا کہ وہ انھیں ظالم، غیر عادل اور شروطِ خلافت سے خالی سمجھتے تھے۔

سیاست اور مذہب کا امتزاج شروع شروع میں خوارج صرف سیاست سے دلچسپی لیتے تھے، پھر عبدالملک بن مروان کے عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی سیاست میں مذہب کو بھی شامل کرلیا۔ اس معاملے میں خوارج کا فرقہ ازارقہ پیش پیش تھا، یہ لوگ نافع بن ازرق کے پیرو تھے۔

مرتکب گناہِ کبیرہ کافر خوارج نے یہ عقیدہ بھی قائم کرلیا تھا کہ اوامرِ دین کے لئے عمل بھی لازمی طور پر ایمان کا جزء ہے۔ نماز، روزہ، صدق اور عدل وغیرہ پر اعتقاد ہی ضروری نہیں عمل بھی ضروری ہے، کیونکہ ایمان صرف

اعتقاد کا نام نہیں ہے، جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں لیکن فرائضِ دین پر عمل نہیں کرتا۔ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور مرتکب گناہِ کبیرہ کافر ہے۔

خارجیوں کے بے لچک عقائد

خوارج اگر متحد ہوتے تو بڑی آسانی سے دولتِ امویہ کو پاش پاش کر سکتے تھے۔ لیکن بدوی طبیعت ان میں کچھ اس طرح رچی ہوئی تھی کہ دشمن سے کم اور آپس میں زیادہ لڑتے تھے۔ یہ تقریباً بیس فرقوں میں بٹ گئے تھے، ان میں مشہور تر فرقہ ازارقہ کا تھا، نافع بن ارزق اس فرقے کا سردار تھا، یہ بہت بڑا عالم اور فقیہہ تھا، اس فرقے کے خاص خاص اصول یہ تھے:۔

- کوئی خارجی غیر خارجی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔
- غیر خارجی کا ذبیحہ ناجائز۔
- غیر خارجی خاندان میں شادی بیاہ ممنوع۔
- غیر خوارج کفارِ عرب کی طرح بُت پرست ہیں۔ ان سے فیصلہ صرف دو ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ یا "اسلام" قبول کر لیں، یا پھر تلوار کو حکم بنالیں

فرقۂ نجدات کے عقائد

خوارج کا ایک اور فرقہ نجدات کے نام سے معروف ہے، یہ لوگ نجدہ بن عامر کے متبعین میں تھے۔ اس فرقہ کی خاص خاص تعلیمات یہ ہیں:

- خطاکار اگر اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کوئی غلطی کرے تو وہ معذور ہے۔

• ۔ دین اللہ اور رسول کی معرفت کا نام ہے ۔ اس کے علاوہ دوسرے مسائل سے اگر کوئی شخص ناواقف ہے تو جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے وہ معذور قرار دیا جائے گا ۔

• ۔ جو شخص اپنے اجتہاد کی روشنی میں حرام کو حلال قرار دے لے وہ بھی معذور ہے ۔

• ۔ کذب، زنا شراب نوشی سے بڑا جرم ہے ۔

فرقہ اباضیہ کے افکار خوارج کا ایک فرقہ اباضیہ ہے ۔ اس کا سردار عبداللہ بن اباض تمیمی تھا ۔ اس فرقہ کے افراد اب تک مغرب (افریقہ) میں پائے جاتے ہیں ۔ یہ ازارقہ وغیرہ کی طرح غالی اور انتہا پسند نہیں تھے، یہ لوگ غیر خارجیوں میں شادی بیاہ جائز سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک خارجی غیر خارجی کا وارث ہو سکتا ہے، یہ کسی شخص کو اس وقت تک قتل نہیں کرتے جب تک اُسے "دعوتِ اسلام" نہ دے لیں، حجت نہ قائم کر لیں اور اعلانِ قتال نہ کر دیں ۔

عبداللہ بن اباض پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی میں ظاہر ہوا ۔ اس کے پیرو اکثر حالات میں مسلمانوں سے جنگ ٹالنے کی کوشش کرتے تھے ۔ اور جب جنگ کرتے تھے تو اپنے تمام شروط پر عمل کرنے کے بعد !

خوارج کے خصوصیات و ممیزات

خارجی جماعت بدوی عربوں پر مشتمل تھی۔ خلافت کے سلسلے میں ان کے
جمہوری افکار و خیالات نے کچھ موالیوں کے دل بھی موہ لئے اور وہ بھی ان
کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی، اور اس میں اضافہ
اس لئے نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ جمہوریت پسند ہونے کے باوجود غیر عرب لوگوں کو
حقیر نظروں سے دیکھتے تھے، اور انھیں اپنے سے پست خیال کرتے تھے،
تاریخ خوارج پہ اگر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو ان
تاریخِ خوارج پر تحقیقی نظر کے چند ممیزات واضح نظر کے سامنے آئیں گے
مثلاً یہ لوگ حد درجہ عبادت گزار تھے، ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں
منہمک رہتے تھے۔ شہرستانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"خوارج اہلِ صوم و صلوٰۃ ہیں۔"

مبرد نے الکامل میں ان کا ذکر یوں کیا ہے:

"خوارج کی ہر جماعت گنہ گار اور کاذب سے کسی طرح کا میل نہیں رکھتی۔"

تقویٰ اور کثرتِ عبادت کے اعتبار سے خوارج نے ضرب المثل کی حیثیت
اختیار کر لی تھی۔ ابو حمزہ خارجی نے ایک موقع پر اپنے اصحاب کا نقشہ ان

الفاظ میں کھینچا ہے :

"آدھی رات کو اللہ انھیں اس حالت میں دیکھتا ہے کہ یہ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں، جب کوئی ایسی آیت آتی ہے جس میں جنت کا ذکر آتا ہے تو یہ وفورِ اشتیاق سے بیتاب ہو کر رونے لگتے ہیں، جب کوئی ایسی آیت آتی ہے جس میں جہنم کا ذکر ہوتا ہے تو یہ کانپنے اور لرزنے لگتے ہیں۔"

خارجی عورتوں کی دلیری

شدتِ تقویٰ اور خوفِ الٰہی کے باوجود یہ لوگ اپنے عقیدے میں بہت سخت تھے۔ گنہ گار ان کے نزدیک کافر تھا، مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے، بلکہ ان سے کافروں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے، یہ لوگ عورت، دودھ پیتے بچے اور شیخ فانی پر بھی رحم نہیں کرتے تھے۔

یہ لوگ غضب کے بہادر تھے۔ کسی حریف نے ان سے بڑھ کر دلیر اور جنگ جو کسی کو نہ پایا ہوگا۔ لڑنے میں تیز، حملہ کرنے میں چوکس، نیزہ بازی میں طاق، تاریخ میں ان کی جرأت و بسالت اور قوت و ہمت کی داستانیں بھری پڑی ہیں۔ زیاد نے دو ہزار سپاہی دے کر اسلم بن زرعہ کو خوارج سے مقابلہ کرنے بھیجا، ابوبلال خارجی نے اپنے چالیس آدمیوں کی مدد سے اسے بھگا دیا۔

خارجی عورتیں بھی میدانِ جنگ میں غضب کی جری اور دلیر ثابت ہوتی تھیں میدانِ جنگ میں آنے کے بعد ایک خارجی عورت کسی طرح اپنی ہمت و جرأت اور اقدام و ہجوم اور موت کا مقابلہ کرنے میں کسی مرد سے پیچھے نہیں رہتی تھی، بلکہ بازی لے جاتی تھی۔ یہ چیزیں تھیں جنھوں نے خوارج کو ایک عجیب چیز بنا دیا تھا۔ ان

کے مخصوص صفات تھے، دین میں شدت، عقیدہ میں اخلاص، یکتا شجاعت، خالص عربیت کا جوش، خوارج کا اس طرح ایک مخصوص ادب بن گیا جس نے نظم و نثر کی دنیا میں نئی راہیں پیدا کیں، ان کے بارے میں جو کچھ کہا جائے وہ دریا کے ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے۔

خوارج نے ابن زبیر کا ساتھ دیا

عہد معاویہ میں خوارج پر کیا گزری وہ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے معاویہ کے والیوں اور گورنروں نے ان پر ایسے ظلم وستم توڑے کہ کچھ عرصے کے لئے وہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔ لیکن یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد، بلکہ اس کی وفات سے بھی پہلے عبد اللہ بن زبیر کے عہد میں وہ پھر میدان میں آئے انھوں نے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ مل کر جیش یزید کا مقابلہ کیا۔ وہی تھے جنھوں نے اس جیش کو روکا۔ ورنہ وہ بلد اللہ الحرام یعنی مکہ معظمہ کا نہ جانے کیا حال کرتا!

خوارج کا ابن زبیر سے اختلاف

یزید کی وفات تک خوارج ابن زبیر کا ساتھ دیتے رہے۔ مکہ میں زعیم خوارج نجدہ بن عویمر تھا، یہ بہت بڑا عالم تھا، اور مکہ میں ابن زبیر کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا، اس کے بعد انھوں نے ابن زبیر سے کچھ سوالات کئے، جو بعض مسائل مہمہ سے متعلق تھے، تاکہ معلوم ہو سکے آیا ابن زبیر ان کے ہم مسلک ہیں یا نہیں چنانچہ یہ لوگ ان کے پاس پہنچے، جب یہ معلوم ہوا کہ دونوں میں بعد المشرقین ہے، تو انھیں چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

بعض مصادر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زبیر سے قطع تعلق

کرنے کے بعد نجدہ نے یمامہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد میں یمن، طائف، عمان، بحرین اور وادیٔ یتیم و عامر تک اس کا سکہ چلنے لگا۔ لیکن اس کے اصحاب اس سے بگڑ بیٹھے، کیونکہ اس نے مذہبِ خوارج میں کچھ نئے احکام و مسائل شامل کر دئے تھے، چنانچہ اسے معزول کر دیا، لیکن اسی کو اختیار دیا کہ کسی دوسرے شخص کو امام نامزد کر دے، اس نے ابو فدیک کو نامزد کیا۔

خوارج مجموعۂ اضداد تھے

خوارج کی تاریخ ندرت اور جدت سے بھری ہوئی ہے۔ تاریخ میں کوئی ایسی جماعت نہیں ملتی جو اُن کی طرح بہادر ہو، راست گو ہو، متقی اور پرہیزگار ہو۔ ان کی خوبیاں مستقل اقدار کی حامل تھیں، سیاست میں بھی اور دین میں بھی!

نافع بن ازرق اور دوسرے سرداران خوارج

نافع بن ازرق دلیر اور شجاع شخص تھا، فقہ خوارج کا ماہر، بصرہ میں اسے ابن زیاد نے قید کر رکھا تھا، یزید بن معاویہ کی موت کے بعد یہ جیل سے اپنے چار سو ساتھیوں سمیت نکلا، ان لوگوں نے باہر آتے ہی ہلچل مچادیا، ابن زیاد اور اس کی سیاست کو ناکام بنادیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابن زیاد قصر امارت سے نکل کر قبیلۂ ازد کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچا، خوارج ہر روز بصرہ کے مربد میں جمع ہوتے تھے اور لوگوں کو جنگ و پیکار اور خروج و بغاوت پر آمادہ کرتے تھے۔ امویوں کے عہد میں مربد کی حیثیت ادبی تحریکات کے مرکز کی تھی۔ نافع بن ازرق نے امیر خوارج بننے کے بعد نطق و کلام اور علم و لسان اور صبر و احتجاج کے حیرت انگیز نمونے پیش کئے۔

نافع نے مکہ کا دفاع کیا تھا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نافع ان لوگوں میں تھا جنھوں نے یزید کے مقابلے میں عبد اللہ بن زبیر کا ساتھ دیا تھا۔ اس نے دفاعِ مکہ کے کام میں نمایاں حصہ لیا تھا، پھر جب ابن زبیر اور خوارج میں اختلاف پیدا ہوا تو ان کی ایک جماعت نجدہ کی سربراہی میں یمامہ چلی گئی۔ دوسری نافع بن ازرق کی سرکردگی میں بصرہ پہنچی

۶۵ھ میں یہ گروہ اہواز پہنچا جو بصرہ اور فارس کے مابین ایک بہت بڑی ولایت تھی۔

نافع سے اس کے ساتھیوں کا اختلاف

بعض مصادر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہواز میں جو زندگی بسر کرتے تھے وہ سلفِ خوارج کی سیرت کے نمونے پر تھی، یہاں تک کہ ایک روز بنو ہاشم کا ایک مولیٰ نافع کے پاس آیا، اس نے کہا مشرکین کے بچے جہنم میں جائیں گے، جو ہمارے عقائد سے اختلاف کرتا ہے وہ مشرک ہے، لہٰذا مشرکین کی طرح ان اطفالِ مشرکین کا خون بھی ہمارے لئے حلال ہے۔

نافع نے کہا "تو کافر ہے!"

اس شخص نے کہا:

"میں کتاب اللہ سے اپنے دعوے کی دلیل پیش کرتا ہوں۔"

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً

انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً ۝

نافع کو یہ بات پسند آئی، اس نے تلوار سونت لی اور مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل شروع کر دیا اور کہا:

"یہ لوگ کفارِ عرب کی طرح ہیں، یا انھیں "اسلام" قبول کرنا پڑے گا، ورنہ تلوار کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔"

خوارج کس درجہ غلو پسند تھے

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خوارج اپنے اعتقادات میں کس درجہ غلو سے کام لیتے تھے، اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔ جو ان کا ہم مذہب نہ ہو۔ اس سے مقاتلہ کرنا فرض جانتے تھے۔

نافع نے اس غلو میں اور اضافہ کیا، اس نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کا قتل بھی جائز ہے جو خوارج ہوں اور قتال سے گریز کرتے ہوں، اس نے یہ بھی کہا کہ ایسے لوگوں سے نہ شادی بیاہ جائز ہے نہ ان کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے، نہ اُن کی شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔ نہ ان سے علمِ دین حاصل کیا جا سکتا ہے نہ ان کی میراث حلال ہے۔ کچھ خوارج نے نافع کی تائید کی، کچھ نے مخالفت، مخالفت کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

ابنِ اباض کا اختلاف

عبد اللہ بن اباض نے اور صفریہ نے نافع کے اس مسلک سے اختلاف کیا اور اس سے علیٰحدگی اختیار کرلی، عبد اللہ نے ایک خط نافع کو لکھا جس میں اس پر اعتراض کیا کہ قتال سے جی چُراتے والے خوارج کو کافر قرار دینا، اُن کے مال کو جائز سمجھنا اور بچّوں کو قتل کرنا درست نہیں ہے لیکن نافع اپنے مسلک پر قائم رہا۔ اور اس کے متبعین بھی اس کی پیروی کرتے رہے۔ پھر اس نے اہواز پر قبضہ کرلیا، اب اس کی شان و شوکت بڑھی، جماعت میں اضافہ ہوا، مخالف لوگوں کو اور اُن کے بچّوں کو وہ قتل کردیتا، اگر کوئی اس کا مذہب قبول کرلیتا تو اس سے خراج وصول کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ جب اس کی شان و شوکت میں زیادہ اضافہ ہوا تو اس نے فیصلہ کیا کہ بصرہ پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلینا چاہیئے۔ اور وہاں کے لوگوں کو قتل کردینا چاہیئے۔

اہلِ بصرہ نافع کا نام سُن کر سہم گئے

یہ خبر جب بصرہ والوں کو پہنچی تو وہ سہم گئے۔ انھیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اگر نافع بصرہ پر قابض ہوگیا تو کسی کی خیر نہیں۔ دس ہزار آدمی احنف بن قیس کے پاس پہنچے اور استدعا کی کہ کوئی ایسا شخص ہمارا امیر بنادیا جائے جو ہمارے ساتھ خوارج کا مقابلہ کرے۔

احنف بنو تمیم کا سردار تھا، بلند اور ممتاز شخصیت کا مالک، یہ قبیلہ اس زمانہ میں بہت مشہور اور بارعب تھا۔ احنف نے زندگی کے کئی دور دیکھے تھے۔ فتح خراسان کے وقت خلافتِ عمر کے زمانے میں احنف پیش پیش تھا۔ پھر جب علی اور معاویہ کے مابین جنگ ہوئی تو احنف نے دل وجان سے علی کا ساتھ دیا، پھر جب حالات نے پلٹا کھایا اور عربی حکومت معاویہ کے ہاتھ میں آگئی احنف نے معاویہ کی بیعت کرلی لیکن حبِ علی اس نے اپنا شعار رکھا، اور اسے اس نے کبھی نہیں چھپایا۔ معاویہ کی حکومت تو اس نے کسی نہ کسی طرح برداشت کرلی، لیکن جب معاویہ نے یزید کے لئے بیعت لینی چاہی تو احنف اس پر راضی نہیں ہوا۔ معاویہ نے اس معاملے میں جب احنف سے تبادلہ خیالات کیا تو اس نے کہا:

"اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور سچ کہوں تو آپ سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

پھر وفاتِ یزید کے بعد جب عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو عراق ان امصار میں تھا جو عبداللہ بن زبیر کی تائید میں تھے، ابن زبیر کی طرف سے بصرہ کا گورنر ابن عبداللہ بن حارث تھا۔ احنف نے اسے خوارج کے فتنہ سے آگاہ کیا، اور مشورہ دیا کہ ایک فوج خوارج کو رد کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیج

جائے، ابن حارث نے مسلم بن عیسیٰ کو ایک فوج دے کر بھیج دیا۔ مقام دولاب پر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ اور دونوں کے سردار مارے گئے۔ یہ جنگ بڑی ہولناک اور شدید تھی، لیکن کون غالب ٹھہرا، اور کون مغلوب ہوا، اس کا فیصلہ نہ ہوسکا۔

اہل بصرہ نے ان حالات کی اطلاع ابن زبیر کو دی، ابن زبیر نے عمر بن عبید کو خوارج کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، ذیقعد ۶۵ھ میں نئے سردارِ خوارج ابن ماحوز اور عمر بن عبید کے لشکر میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں خوارج کامیاب ہوئے، عمر بن عبید قتل ہوئے، جنگ جیتنے کے بعد خوارج اہواز واپس چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے بصرہ کے عامل کو معزول کردیا۔ اور حارث بن عبداللہ کو گورنر بنا کر بھیجا۔

ابن ماحوز کی کارفرمائیاں

یہ حالات تھے جب ابن ماحوز خلافت کا خواب دیکھ رہا تھا۔ سوادِ بصرہ پر قابض ہو چکا تھا، بصرہ کے لوگ اس سے خائف ہو رہے تھے، تب وہ احنف کے پاس فریاد کناں حاضر ہوئے، احنف نے ان لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے حارث بن عبداللہ سے کہا:

"دشمن ہمارے سر پر پہنچ چکا ہے۔ اگر اس نے محاصرہ کرلیا تو ہم بےبسی کی موت مرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

حارث نے کہا: "کسی ایسے شخص کا نام بتایئے جو اس جنگ کو کامیابی کے ساتھ لڑ سکے۔"

احنف نے کہا:

"میری نظر میں صرف ایک شخص ہے اور وہ ہے مہلب بن ابی صفرہ"

حارث نے جواب دیا :

"میرے پاس کل آئیے ، میں غور کر کے جواب دوں گا"

مہلب نے کن شرائط پر خوارج کا مقابلہ کیا؟

دوسرے روز ابن ماحوز کی فوجیں بصرہ کے دروازے پر پہنچ گئیں ، انھوں نے پُل باندھ لیا تاکہ آسانی سے شہر میں داخل ہو سکیں ، آس پاس کے لوگ کچھ رغبت سے کچھ دہشت سے اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب شہر بصرہ کے لوگ پھر حارث بن عبداللہ کے پاس آئے ، خوارج کے خوف نے انھیں حد درجہ آشفتہ اور سراسیمہ کر دیا تھا ، آخر حارث نے فیصلہ کر لیا کہ مہلب کو لڑائی کی کمان سونپ دی جائے۔

چنانچہ حارث بن عبداللہ نے مہلب کو بُلایا اور اس سے کہا :

"اے ابو سعید! تم دیکھ رہے ہو دشمن کی دراز دستیاں کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ تمھارے شہر کے لوگ تمھارے نام پر متفق ہیں۔

احنف نے مہلب سے کہا :

"اے ابو سعید! خدا کی قسم تم سے بہتر کوئی آدمی ہمیں نظر نہیں آتا"

مہلب نے جواب دیا :

"میں آپ کی دعوت مسترد نہیں کر سکتا ، لیکن میرے کچھ شروط ہیں"

احنف اور حارث نے پوچھا :

"بتاؤ کیا شرائط ہیں تمھارے ؟"

مہلب : مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں جسے چاہوں منتخب کروں"

احنف : تمھیں اس کا پورا اختیار ہے ۔"
مہلب : جس شہر پر میں قبضہ کروں، وہاں کی امارت میری ہوگی ۔"
حارث بن عبداللہ : منظور ۔۔۔۔ !
مہلب : جس شہر کو میں فتح کروں اس کا مالِ غنیمت میرا ہو گا ۔"
احنف : وہ نہ تمھارا ہے نہ ہمارا، مسلمانوں کا ہے ۔ البتہ تم اپنے ساتھیوں کو ہر شہر کے مالِ غنیمت میں سے جسے تم فتح کرو جتنا چاہو دے سکتے ہو، دشمن سے جنگ کے سلسلے میں بھی تمھیں مصارف کے پورے پورے اختیارات ہوں گے۔ ان مصارف کے بعد جو کچھ بچے گا وہ مسلمانوں کا ہو گا ۔ اس میں انھیں کا حق آخری تسلیم کیا جائے گا ۔
مہلب : مجھے یہ منظور ہے ۔
اس کے بعد باقاعدہ ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں یہ تمام شرائط درج کئے گئے ۔ اور پورے اختیارات کے ساتھ مہلب کو میدانِ جنگ کی کمان سونپ دی گئی ۔ اور اُسے اختیار دے دیا گیا کہ وہ خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کا زور توڑنے اور قلع قمع کرنے کے لئے جو طریقے چاہے اختیار کرے، کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی جائے گی ۔ نہ اس کے اختیارات میں کسی کی طرف سے مداخلت ہو گی ۔

مہلب اور خوارج

خالص عرب خاندان

مہلب کے والد ابو صفرہ خالص عرب تھے، قبیلۂ ازد کے جو لوگ عہدِ فاروقی میں بصرہ آئے ان میں ابو صفرہ بھی تھے، یہیں مہلب پیدا ہوئے، ابو صفرہ نے ان کی تربیت اعلیٰ پیمانے پر کی، بلوغ و شعور کی منزل تک پہنچنے کے بعد وہ بہادر سردار، دلیر سوار اور دلاور سپاہی ثابت ہو۔

مہلب کے جنگی کارنامے

آغازِ شباب میں مہلب نے عہدِ معاویہ میں حدودِ سندھ و ہند پر جہاد کیا۔ ابن اثیر نے ۴۴ھ کے واقعات میں تحریر کیا ہے:

"مہلب نے سندھ کی سرحد پر جنگ کی، دشمن کے دانت کھٹے کر دئے، اور ظفر مند واپس آئے۔"

اسی طرح ۴۷ھ کے واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ:

"مہلب نے خراسان میں بھی دلیری اور بہادری کے ساتھ جنگ کی، دشمن نے مسلمان لشکر کو پارہ پارہ کر دینے کا سر و سامان بہم پہنچا لیا تھا، مہلب فراست سے کام لے کر اپنے لشکر کو بچا لائے۔ اور دشمن منہ دیکھتا رہ گیا۔

مہلب کی قدر و قیمت بڑھ گئی

مہلب نے ۶۱ھ میں جو یزید بن معاویہ کا عہدِ خلافت تھا، پھر اپنی شجاعت و دلیری کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان کا گورنر بنایا اور اس کے بھائی عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ چھ ہزار سپاہ اُسے مہیا کرے۔ اس جماعت میں مہلب ابن ابی صفرہ بھی تھے۔ مسلم یہ لشکر لے کر خراسان گئے۔ نہر پار کرلی، اس سے پہلے عمالِ خراسان کا اصول یہ تھا کہ وہ دشمن سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ اور سردی کے موسم میں مرو میں واپس آجاتے تھے۔ اس مرتبہ جب مسلمان لڑنے کے لئے آئے تو ملوکِ خراسان نے خوارزم کے قریب ایک شہر میں ڈیرا ڈال دیا، عہد کیا کہ اب آپس میں نہیں لڑیں گے بلکہ یک جان ہوکر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ مسلمانوں نے اپنے امراء سے یہ شہر فتح کر لینے کی استدعا کی لیکن وہ تیار نہ ہوئے۔ جب مسلم آیا تو مہلب نے اسے اس طرف متوجہ کیا۔ چھ ہزار کا لشکر دے کر اس نے مہلب کو روانہ کیا، جس نے ملوکِ خراسان کا محاصرہ کرلیا، آخر ملوکِ خراسان نے بیس ہزار سے زیادہ رقم پر اس سے صلح کرلی۔ صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ مہلب ان کے لشکر سے نصف قیمت پر جتنی چیزیں چاہے لے لے، چنانچہ اس نے بہت سا ساز و سامان جس کی اصل قیمت پچاس لاکھ کے قریب بنتی تھی لے لیا، یہ سب چیزیں لے کر وہ مسلم کے پاس آیا، جس سے مسلم کی نظر میں اس کی عزت و وقعت دو چند ہوگئی۔

مہلب سے اہلِ بصرہ کی استدعا "ہمیں بچائیے!"

یزید کے انتقال کے بعد دولتِ اسلامیہ میں فتنہ و فساد کی گرم

بازاری ہوگئی، مسلم نے باشندگانِ خراسان کو بیعت کی دعوت دی کہ جب تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہوجاتا وہ اپنی بیعت پر قائم رہیں۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی، لیکن دو مہینے کے بعد توڑدی، حالانکہ اس نے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا، پھر اس کا جانشین مہلب بنا۔ لیکن چونکہ وہ ازد سے تعلق رکھتا تھا لہٰذا مضر والوں نے اس کی امارت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس طرح خراسان دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ اور وہاں کے حالات نازک سے نازک تر ہوگئے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن زبیر حجاز و عراق پر قابض ہوگئے، اور انھوں نے خراسان اور متعلقہ علاقوں کی امارت اسے سونپ دی وہ بصرہ واپس آچکا تھا، جب پروانۂ امارت ملا، اب وہ خراسان واپس جانے کی تیاری کررہا تھا کہ اہل بصرہ خوارج کے مقابلے میں اس سے مدد کے طلب گار ہوئے۔

مہلّب ماہرِ فنونِ تدابیرِ جنگ تھا

عرب کے سالاروں اور بہادروں میں مہلب سرفہرست تھا، فنِ جنگ کی باریکیوں پر بڑی گہری نظر رکھتا تھا، فوجی لائنیں اس طرح بناتا تھا کہ دشمن زچ ہوجاتا تھا، اس جنگی مہارت کے باعث دشمنوں میں وہ جادوگر کے نام سے مشہور تھا،

لیکن اب مہلّب کو جس جماعت سے پالا پڑا تھا وہ بھی کچھ کم نہ تھی، حزم وکید اور جرأت وبسالت میں خوارج مہلّب سے شاید دو قدم آگے ہی تھے، لیکن جنگی چال بازیوں میں وہ مہلّب کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے مہلّب کچھ اس طرح اپنے پیادوں اور سواروں کو ترتیب دیتا تھا، اور

اقدام وہجوم کی ایسی لائن متعین کرتا تھا کہ گو خوارج اس کے لشکر کے مقابلے میں زیادہ بہادر اور اپنے عقیدہ کے دفاع میں زیادہ پختہ ایمان اور میدانِ جنگ میں زیادہ بے خوف تھے، لیکن پھر کھا جاتے تھے، کوئی شبہہ نہیں خوارج نے مہلّب کو بھی کئی بار جھنکا دئے لیکن مہلّب نے بھی انہیں اس طرح شکنجے میں کسا کہ جنبش مشکل ہو گئی۔ وہ کہہ اٹھے:

"مہلّب کا سا صاحبِ تدبیر، دانا و بینا اور ماہرِ فنِ جنگ ہماری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔"

جب کبھی خوارج نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا تو اسے چوکس پایا۔ آج تک انھیں کسی ایسے آدمی سے پالا نہیں پڑا تھا، جو حیلہ جوئی سے ان کی تدبیریں ناکام بنا دے، اور جنگ میں ان کے دستوں کو پسپا کر دے، اسی طرح مہلّب کو بھی ایسا سخت جان دشمن کوئی نہیں ملا تھا، تقریباً بارہ سال تک اُسے خوارج سے جنگ جاری رکھنی پڑی، تب کہیں جا کر وہ ان کی کمر توڑ سکا، خوارج کی ایک بدقسمتی یہ بھی تھی کہ ان کی تعداد حریف کے مقابلے میں بہت کم تھی، اس کمی کو وہ دلیری اور بہادری سے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس طرح بھی کام نہ بن سکا۔

دشمن کے کمزور پہلوؤں کو تاڑ جاتا تھا

مہلّب دشمن کے کمزور پہلوؤں کو پہچاننے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں کمال رکھتا تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت نہیں لیتا تھا، لیکن اپنی حکمتِ عملی سے دشمن کے چھکے چھڑا دیتا تھا۔ جب خوارج حملہ آور ہوتے وہ مقابلے میں ڈٹ جاتا، جب پیچھے ہٹتے تعاقب شروع کر دیتا، انھیں گھیر کر ایسے

تنگنائے میں محدود کر دیتا کہ جہاں نہ اسلحہ مل سکے نہ رسد!

مہلب نے تاجروں سے چندہ لیا

خوارج سے جنگ کرنے کا جب مہلب نے فیصلہ کیا تو بصرہ کے آدمیوں میں سے بارہ ہزار لڑنے والے منتخب کئے۔ بیت المال کا دروازہ کھولا تو صرف دو لاکھ درہم موجود تھے، اور یہ رقم اتنا بڑا معرکہ سر کرنے کے لئے قطعاً ناکافی تھی۔ اس نے تاجروں کو بلایا اور کہا:

"برس ہا برس سے تمھاری تجارت کساد بازاری کی نذر ہو رہی ہے، کیونکہ اہواز اور فارس تم سے منقطع ہو چکے ہیں، آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، میرا ساتھ دو، میں تمھارے حقوق پورے کر دوں گا۔"

تاجروں نے دینار و درہم کی تھیلیاں اس کے سامنے کھول دیں، اس نے اس رقم سے ساز و سامانِ جنگ خریدا، بصرہ کا پُل توڑ دیا، اس کا لڑکا مغیرہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ خوارج نے جنگ شروع کی لیکن کامیاب نہ ہوئے، آخر وہ بصرہ سے واپس جانے لگے، اس زمانے میں اُن کا سردار زبیر بن علی تھا مہلب نے دیکھا کہ خوارج شکست خوردہ حالت میں واپس جا رہے ہیں۔ اس نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اس نے جنگی تیاریاں مضبوط اور مستحکم بنیاد پر شروع کر دیں۔ نئی جنگ شروع کرنے سے پہلے وہ ہر طرح کیل کانٹے سے لیس ہو جانا چاہتا تھا۔ یہ اس کے حسنِ سیاست کی دلیل تھی۔

مہلب چالیس روز تک دجلہ کے علاقے میں خراج جمع کرنے کے لئے مقیم رہا، خوارج یہاں سے بہت قریب تھے۔ اس دہشت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاس ایک خطیر رقم جمع ہو گئی۔ لوگ ہر چہار طرف سے اس کے پاس جمع ہونے لگے۔

کچھ لوگ جہاد کے شوق میں آئے، کچھ مالِ غنیمت کے لالچ میں، کچھ کاروبار کے فروغ و ترقی کی امید لے کر۔

مہلّب نے خوارج کا تعاقب شروع کر دیا

مہلّب اپنا لشکر لے کر اہواز کے قریب پہنچ گیا۔ خود بھی انتظامات کرنے لگا۔ اور ابن زبیر کے مقرر کردہ امیرِ بصرہ کو بھی مدد کے لئے لکھا، ساتھ ہی ساتھ خوارج کے لشکر میں اس نے اپنے جاسوس بھی پھیلا دئے۔ جو ٹھیک ٹھیک خبریں لاکر اسے دیا کرتے تھے۔ مہلّب اس جگہ اس وقت تک مقیم رہا، جب تک اس کی تیاریاں بہمہ وجوہ مکمل نہیں ہو گئیں۔ اور اس کے سواروں اور پیدلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ نہیں ہو گیا۔ اب اس کا لشکر تقریباً ۲۰ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

اب اہواز کا ارادہ کر کے مہلّب آگے بڑھا، آگے آگے اس کا بیٹا مغیرہ تھا، یہاں تک کہ خوارج کے بالکل پاس پہنچ گیا۔ اب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے اور جنگ کے لئے پر تول رہے تھے، اور کل کے معرکے میں حصہ لینے کے لئے ہر شخص بیقرار ہو رہا تھا، جب صبح ہوئی تو مغیرہ نے دیکھا خوارج جا چکے ہیں۔ وہ اہواز میں داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے مہلّب بھی اپنے لشکرِ گراں کے ساتھ پہنچ گیا۔

مہلّب کے چچا کا قتل خوارج کے ہاتھوں

اسی اثنا میں ابن ماحوز نے اپنے بعض آدمیوں کو نہر تیرس پر بھیجا۔ جہاں مہلّب کا چچا مقیم تھا، ان لوگوں نے اسے قتل کیا اور اس کی لاش لٹکا دی مہلّب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، لیکن جب وہ پہنچا تو

خوارج جا چکے تھے، وہ مہلب کے پاس واپس آ گیا۔ اور سولاف کے مقام پر خوارج اور مہلب کے لشکر میں جنگ شروع ہوئی۔ یہ جنگ عربوں کے قدیم اصول کے مطابق انفرادی طور پر شروع ہوئی۔ لیکن بہت جلد خوارج نے اپنا سارا لشکر مہلب کے پڑاؤ پر ڈال دیا۔ اس معرکے میں مہلب کے آدمیوں کو شکست ہوئی، ستر سپاہی قتل ہوئے، لوگ بھاگنے لگے۔ مہلب اور مغیرہ اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ مہلب نے لوگوں کو آواز دے دے کر بلانا شروع کیا، یہاں تک کہ چار ہزار آدمی واپس آ گئے، مہلب نے اُن سے کہا:

"خدا کی قسم تمھاری تعداد کم نہیں ہے، جو لوگ تم میں سے بھاگے ہیں، وہ بزدل، طامع اور پست ہمت ہیں۔ تم میں سے اگر کوئی زخمی ہوا ہے تو خوارج کے لوگ بھی خون میں نہائے ہیں، اللہ کا نام لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑو"۔ لیکن اصحابِ مہلب نے کہا

"جب تک زخمیوں کا علاج نہ ہو جائے ہم مقابلہ نہیں کریں گے"۔

مہلب نے یہ بات مان لی اور ایک مقام عاقول پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں سے خوارج کا لشکر بھی قریب تھا۔ نہر پار کرنے کے بعد پوزیشن ایسی ہو گئی تھی کہ مہلب کے لشکر پر صرف ایک ہی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ خوارج نے جب بھی کوشش کی ان لوگوں کو چوکس پایا، لہٰذا ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

رجالِ مہلب کو خوارج نے بھگا دیا

دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے پڑے تھک گئے، آخر لڑائی شروع ہوئی۔ خوارج نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ رجالِ مہلب الٹے پاؤں بھاگے، مہلب جلدی سے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اس نے آواز دی:

"خدا کے بندو میرے پاس آؤ"۔

یہ سُن کر تیس ہزار آدمی اس کے پاس واپس آگئے۔ جن میں زیادہ تر ازدی تھے
مہلب نے انھیں رزم و پیکار پر ابھارا، اور بیش قرار انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔
جنگ ایک مرتبہ پھر پوری شدت اور ہولناکی کے ساتھ شروع ہوئی، شام کے
جھٹپٹے تک پوری خون آشامی کے ساتھ لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر عبید اللہ
ابن ماحوز[1] قتل ہوا۔ جو خوارج کا سردار تھا، اور خوارج ارجان کی طرف چلے گئے۔

صاحبِ سیاست، صاحبِ ریاست

مہلّب نے اس فتح کی اطلاع امیرِ بصرہ کو دی، اس نے جواب میں لکھا:

"میرے ازدی بھائی، میں نے تمھارا خط پڑھا، اور یہ معلوم کرکے
خوش ہوا کہ اللہ نے تمھیں شرفِ دُنیا عنایت فرمایا ہے، عزت و
سربلندی بخشی ہے، آخرت میں بھی اجر و ثواب سے بہت بڑا
حصہ پاؤ گے، تم مسلمانوں کے سب سے بڑے اور مضبوط پشتیبان ثابت
ہوئے۔ تم نے مشرکین کو تہس نہس کر دیا، تم صاحبِ سیاست ہو، تم
صاحبِ ریاست ہو۔"

اہلِ بصرہ نے بھی تبریک و تہنیت کے خطوط مہلّب کو لکھے، احنف نے بھی
ایک محبّت بھرا خط لکھا،

مہلّب پر خوارج کا ایک اور حملہ

زعیم خوارج عبید اللہ بن ماحوز کے قتل کا واقعہ
شوال ۶۵ھ میں پیش آیا، یہ شخص ڈیڑھ برس

۱۔ ابن الاثیر۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ماخور لکھا ہے۔ لیکن ہمارے
نزدیک ماحوز صحیح ہے۔

سے زیادہ خوارج کا امیر بنا رہا۔ اس کے بعد زبیر بن علی الماحوز کے ہاتھ پر خوارج نے بیعت کی۔ اور اپنے سردار کے قتل کا بدلا لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہ پہلا سا دم خم اب کہاں تھا۔ زبیر نے ان کے ٹوٹے ہوئے حوصلے کو بلند کرنے کی کوشش کی، اس نے کہا:

"مہلب کے لشکر کو تم نے شدید نقصان پہنچائے ہیں بلکہ تم نے مہلب کو ایسا داغ لگایا ہے جسے وہ کبھی نہ بھول سکے گا"

پھر زبیر بن علی ایک بڑا لشکر جمع کر کے مہلب پر حملہ آور ہوا، وہ تیار بیٹھا تھا، گویا انتظار کر رہا تھا کہ کب خوارج دکھائی دیں اور کب اس کا لشکر جنبش کرے، یہ جنگ بھی بڑے معرکہ کی ثابت ہوئی۔ خوارج بہادری سے لڑے، لیکن سر نہ ہو سکے۔

مختار سے جنگ میں مہلّب کی شرکت

مہلب خوارج سے برسرپیکار تھا کہ یہاں تک ، ایک نئی صورتِ حال پیدا ہوئی بصرہ کی ولایت پر لقاع ، یعنی حارث بن عبداللہ فائز تھا ، ۶۷ھ میں عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر دیا اور مصعب بن زبیر کو یہ منصب سونپ دیا۔ اور مہلب کو لکھا کہ وہ بصرہ واپس آجائے۔ مہلّب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنا قائم مقام بنایا، اور اپنے اصحاب سے کہا:

"جب تک مغیرہ تمھارا امیر ہے تم میری کمی محسوس نہیں کرو گے، وہ شفقت میں تمھارے ہر چھوٹے کا باپ ہے اور برّ و طاعت میں تم میں سے ہر بڑے کا بیٹا ہے۔ تم اس کا ساتھ دو، اس کی اطاعت کرو، اسے اپنا بنا لو، جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہمیشہ وہ مجھ پر سبقت لے گیا۔"

مہلب عراق میں

اس کے بعد مہلّب عراق چلا گیا، یہاں اس جنگ میں شریک ہوا جو مختار سے لڑی جا رہی تھی۔ بعد ازاں مصعب نے موصل، جزیرہ، آرمینیہ اور آذربائیجان کا اسے والی بنا دیا۔ مہلّب اپنے نئے منصب کی ذمّہ داریاں ادا کرنے اپنی ولایت میں چلا گیا،

اب مصعب کو یہ فکر ہوئی کہ خوارج سے لڑنے کا بار کس شخص پر ڈالا جائے ان کی نگاہِ انتخاب عمر بن عبید بن معمر پر پڑی، اُن کے بارے میں خوارج کہا کرتے تھے:

"یہ شخص بطلِ عظیم ہے۔ شجاع اور دلیر ہے۔ بہت اچھا شہسوار ہے اور یکتا سالار ہے۔ اپنے دین اور ملک کے لئے بے جگری سے لڑتا ہے۔ جس جنگ میں بھی ہم نے اُسے دیکھا، اُسے سب سے آگے پایا۔"

عمر بن عبید خوارج سے لڑنے کے لئے ارجان کی طرف روانہ ہوا، اس جنگ میں خوارج کی کافی تعداد قتل ہوئی اور آخر انھیں یہاں سے راہِ فرار اختیار کر کے اصبہان کی طرف کوچ کرنا پڑا۔

خوارج کے سربرآوردہ اصحاب کا قتل

عمر نے مزید تیاریوں کے بعد مقام شاپور میں جو فارس کا ایک مشہور مقام تھا خوارج پر جو اب یہاں ٹھہرے ہوئے تھے حملہ کیا۔ ایک شب و روز انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں شکست سے دوچار ہونا پڑا، دوسرے دن پھر بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ عمر کے لشکر نے آج اور شدّت کے ساتھ مقابلہ کیا، اسی معرکے میں اس کا لڑکا بھی ہلاک ہو گیا، بیٹے کی موت نے دُنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر کر دی، اب اس نے ایسا شدید حملہ کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس جنگ میں خوارج کے مشہور اور سربرآوردہ اصحاب قتل ہوئے، اس جنگ میں بھی خوارج بہت بُری طرح ہارے اور اس علاقے سے باہر نکل گئے۔ لیکن لوٹ پھر کر ارجان کے علاقے میں چکر لگاتے رہے۔ عمر عبد اللہ ان کی سرکوبی میں بڑا چوکس ثابت ہوا۔ اس نے مصعب کو یہاں کے

تمام حالات کی اور اپنے بیٹے کے قتل ہونے کی اطلاع بھیجی۔ ایک معرکہ میں جب عمر کا لشکر اور خوارج آمنے سامنے ہوئے تو پھر زور کی جنگ چھڑی عمر نے اس جنگ میں بہادری کا عجیب و غریب نمونہ پیش کیا۔ صرف اپنے ہاتھ سے اس نے خوارج کے چودہ مشہور آدمیوں کو قتل کر دیا، اس کے ہاتھ میں ایک تبر تھا، جس پر یہ پڑ گیا وہ پھر نہ اُٹھ سکا، آخر اِدھر اُدھر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے خوارج اہواز پہنچے۔ عمر بن عبیداللہ اصطخر کی طرف روانہ ہو گیا۔

خوارج چھاپے مارتے رہتے تھے

اسی اثنا میں مصعب گورنری سے معزول کر دیا گیا، اور عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے حمزہ کو ان کا قائم مقام بنا کر بھیجا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد مصعب پھر عراق واپس آ گیا۔ خوارج اطرافِ اصبہان میں موجود تھے۔ دیہاتوں اور قریوں سے خراج اور ٹیکس وصول کرتے رہتے تھے۔ پھر وہ اہواز کی طرف براہِ فارس روانہ ہوئے، مصعب نے عمر کو لکھا:

"جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

اور مصعب خود بھی جنگ کے ارادے سے بصرہ سے باہر آئے، خوارج راستہ کترا کر مدائن پہنچ گئے۔ یہاں انھوں نے تلوار بے نیام کی، عورتوں اور بچوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ پھر کوفہ کی طرف بڑھے، سوادِ کوفہ میں والیٔ کوفہ نے راستہ روک کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن وہ انھیں روک نہ سکا۔ اور خوارج بدستور مردوں اور عورتوں کو قتل کرتے آگے بڑھتے رہے اور پھر اصبہان پہنچ گئے۔ اصبہان اور اہواز کے مابین کوئی مقام ایسا نہیں تھا جدھر سے وہ گزرے ہوں اور مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا ہو۔ مصعب نے

اس بلائے عظیم کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہ تھی کہ یہ کام مہلب کے سوا کسی کے بس کا نہیں ہے۔ آخر یہ ذمہ داری ایک مرتبہ پھر مہلب کو سونپی گئی، کیونکہ اہلِ بصرہ کو اس کی ذات پر غیر معمولی اعتماد تھا۔

خوارج نے اصفہان کا محاصرہ کرلیا

اس اثناء میں خوارج نے اصفہان کا محاصرہ کرلیا، جو کئی مہینے تک جاری رہا۔ جب محاصرہ نے طول پکڑا تو عتاب بن ورقہ نے ایک جماعت لے کر اُن پر حملہ کر دیا، کیونکہ بھوکے مرنے سے لڑکر مرنا زیادہ بہتر تھا، ذخائر ختم ہو چکے تھے، رسد پہنچ نہیں سکتی تھی۔ ڈھائی ہزار کے قریب سپاہی لے کر وہ خوارج پر لوٹ پڑا۔ اور اُن پر چھا گیا۔ یہ لوگ مرنے کے لئے نکلے تھے، اس لئے اتنی بہادری سے لڑے کہ خوارج سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنی۔ زبیر بن علی الماحوز جو خوارج کا سردار تھا اس جنگ میں کام آیا، ایسی بدترین شکست سے خوارج شاید ہی کبھی دوچار ہوئے ہوں۔

خوارج کا نیا سردار قطری

زبیر بن علی کے قتل کے بعد خوارج نے اپنا سردار قطری بن فجاءۃ کو بنایا، خوارج کے گروہ میں یہ بلند پایہ شاعر اور بے مثل بہادر تھا، لوگوں نے اس سے کہا:

"اے امیر المؤمنین اب ہمیں فارس کا رُخ کرنا چاہیئے"

اس مطالبے کے جواب میں قطری نے کہا:

"فارس میں عمر بن عبید اللہ بن معمر موجود ہے۔ لیکن اگر اس کی مدد کے لئے مصعب بصرہ سے نکلے تو ہم فوراً داخلِ شہر ہو جائیں گے"

مصعب نے نئے حالات کے ماتحت عبد الملک بن مروان سے مقابلہ کرنے اور ان پر خروج کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، انھوں نے اپنے اصحاب سے کہا:

"قطری گھات لگائے بیٹھا ہے۔ ہم نے بصرہ سے قدم نکالا اور وہ داخل ہوا۔"

پھر مصعب نے مہلّب کو پیغام بھیجا اور کہا:

"اس دشمن کی دراز دستیوں سے ہمیں بچاؤ۔"

مہلّب نے اس پکار پر لبیک کہا اور خوارج سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

جنگ کے شعلوں میں

مسلسل اور متواتر جنگیں مسلمانوں اور خوارج کے مابین جو جنگیں ہو رہی تھیں، انھوں نے کچھ عجیب قسم کے تواتر اور تسلسل کی صورت اختیار کرلی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھ مچولی ہو رہی ہے، اگر کسی مقام پر حکومت کی فوجیں خوارج کے کسی گروہ پر غالب آئیں تو فوراً ہی اطلاع ملتی کہ فلاں مقام پر انھوں نے پھر سر اُٹھایا ہے۔ کسی معرکہ میں خوارج کا کوئی زعیم یا سردار کام آتا تو فوراً اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص لے لیتا، ایک جماعت اگر کسی مقام پر تہس نہس کر دی جاتی تو پہلے سے زیادہ جوش اور شدت کے ساتھ کسی دوسرے مقام پر کوئی اور جماعت پیدا ہو جاتی۔ غرض اسی طرح رزم و پیکار کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔

خوارج کے نہ مٹنے والے نقوش اگر خوارج نے اس جنگ میں اقدارِ انسانی کو پامال نہ کیا ہوتا اور نظمِ اجتماعیہ اسلامیہ کو نشانہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی، اور نظم و امن کے عام احکام کو پامال نہ کیا ہوتا، یعنی امن پسند دیہاتیوں کو موت کے گھاٹ نہ اُتارا ہوتا، بچوں عورتوں ضعیفوں اور بیماروں کو بے دھڑک قتل نہ کیا ہوتا، تو بلاشبہ ان کی یہ

معرکہ آرائیاں تاریخِ انسانیت کا ایک یادگار واقعہ ہوتیں، اور مورّخ ان کا ذکر ادب و احترام کے ساتھ کرتے، نکتہ چین اور نقاد ان کے حضور میں خراجِ تحسین پیش کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے، اور ان کی حیثیت ایک ایسی بلند پایہ سیاسی جماعت کی ہوتی جس نے اپنے ایثار و قربانی، جوش و خروش شجاعت و بسالت اور ہمت و دلیری کے نہ مٹنے والے نقوش قائم کر کے دُنیا کو اپنے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا ہوتا، لیکن یہ ایسی جماعت تھی جو عربی خون کی کوئی قدر و قیمت محسوس نہیں کرتی تھی۔ یہ تعمیر کے بجائے تخریب کو اپنا شعار بنا چکی تھی خوں ریزی سے اسے اتنی رغبت تھی کہ اس نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ آیا اس کا یہ اقدام جائز ہے یا نادرست، نہ اس نے جنگی اصولوں کی کوئی پروا کی، نہ اخلاقی اصولوں کا کوئی لحاظ کیا۔

خوارج کے عجیب و غریب اصول

خوارج کے اصول کچھ عجیب و غریب تھے۔ اور یہی اصول ان کی طوالتِ عمر کا سبب بھی ثابت ہوئے۔ جب کسی معرکے میں ان کو شکست ہوتی یا کسی جنگ میں دشمن کو وہ قوی تر پاتے یا ایسا محسوس کرتے کہ فتح یابی زیادہ گراں قیمت ہوگی تو وہاں سے کھسک جاتے اور کسی دوسری جگہ نمودار ہوتے، ان کی جنگ گریز یا کا نہ کوئی مرکز تھا نہ محور، نہ مقام، جس شہر میں وہ پہنچتے وہاں خفیہ طور پر جنگی تیاریاں شروع کر دیتے۔ اور ایسے حالات پیدا کر دیتے کہ حکومت ان کی سرکوبی پر مجبور ہو جاتی۔ وہ خود آسائش کی زندگی کو ٹھکرا کر جنگ و پیکار کے لوازم مہیا کرتے تھے، اور اس کے بعد پھر ————— وہ ہوتے اور جنگ کی للکار اور جھنکار!

لطیف حوادث

۶۸ھ میں جب مہلب خوارج سے مقابلے کے لئے آیا تو مصعب عبد الملک بن مروان سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے قطری کو قدومِ مہلب کی جب اطلاع ملی تو اس نے کرمان کا رُخ کیا، مہلب نے بصرہ کے منتخب لوگوں کو ساتھ لے کر خوارج کے مقابلے کے لئے اہواز سے کوچ کیا۔ سولاف کے مقام پر دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، آٹھ مہینے تک ایسی شدید جنگ ہوئی کہ لوگوں نے ایسے ہولناک مناظر کم دیکھے ہوں گے۔

اسی اثنا میں کہ جنگ کبھی جاری ہوتی، کبھی رُک جاتی، دونوں لشکروں کے افراد کے مابین کچھ ایسے لطیف حوادث واقع ہوتے جن کا ذکر اس موقع پر بے جا نہ ہوگا۔

مہلب کی شوخ طبعی

ایک مرتبہ مہلب کے لشکر میں دو آدمیوں کے مابین جریر اور فرزدق کے بارے میں بحث چھڑی کہ ان میں سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ فیصلے کے لئے یہ لوگ مہلب کے پاس پہنچے مہلب نے کہا:

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ ان کی ہجو برداشت کرنے کا مجھ میں یارا نہیں ہے، لیکن تمھیں ایک آدمی کا پتہ دیتا ہوں، اس سے پوچھو، اس کا نام عبیداللہ بن ہلال ہے اور وہ قطری کے لشکر میں ملے گا"

یہ لوگ قطری کے لشکر میں پہنچے اور اُسے بُلایا۔ وہ سمجھا جنگ کے لئے بُلایا گیا ہوں، نیزہ تان کر باہر نکلا، ان دونوں نے اس سے سوال کیا،

"یہ بتائیے جریر بڑا شاعر ہے یا فرزدق؟"

عبیدہ بن ہلال نے جواب دیا:

"تم دونوں پر اور اُن دونوں پر خدا کی پھٹکار"

ان دونوں نے کہا:

"ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے ہمیں اپنی رائے سے مطلع کر دیا، ہم جاتے ہیں"

پھر عبیدہ نے ایک شعر پڑھ کر پوچھا "یہ کس کا شعر ہے؟"

مہلب کے سپاہیوں نے جواب دیا "جریر کا"

عبیدہ نے کہا:

"پھر وہی سب سے اچھا شاعر ہے"

خوارج کا طنزِ لطیف

خوارج کو مصعب بن زبیر کے قتل کی اطلاع مہلب اور اس کے ساتھیوں سے پہلے مل گئی۔ بعض خوارج نے لشکر کے کنارے سے کھڑے ہو کر پوچھا:

"مصعب کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

مہلب کے اہلِ لشکر نے جواب دیا:

"وہ امام ہدیٰ ہیں"

ابھی خوارج نے پھر پوچھا:

"عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

مہلب کے اہلِ لشکر نے جواب دیا:

"وہ گمراہ ہے اور گمراہ کن ہے"

چند روز بعد مہلب کو مصعب بن زبیر کے قتل کی خبر ملی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ عراق نے عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی ہے، ساتھ ہی

ساتھ عبدالملک کا پروانۂ ولایت بھی مہلب کے نام آگیا، جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو خوارج نے آواز دے کر پوچھا :

"مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے ؟"

مہلب کے اہلِ لشکر نے جواب دیا :

"ہمقیں کیا ؟"

خوارج نے پھر سوال کیا :

"اچھا عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟"

مہلب کے ساتھیوں نے جواب دیا :

"وہ امام ہدیٰ ہے ۔"

خوارج نے للکارا :

"اے دشمنانِ خدا کل تک وہ گمراہ اور گمراہ کن تھا، آج امام ہدیٰ بن گیا۔ تم دُنیا کے بندے ہو، تم پر خدا کی لعنت !"

میدانِ جنگ سے باہر دوست

ابوالفرج نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے :

"جس زمانے میں مہلب اور قطری کی سرداری میں خوارج اور مسلمان برسرِ پیکار رہتے تو ایسا بھی ہوتا کہ یہ لوگ کبھی کبھی آپس میں مل بیٹھتے اور دینی معاملات سے متعلق ایک دوسرے کے ساتھ امن و سکون کے ساتھ بحث و گفتگو کرتے ، ایسا معلوم ہوتا کہ یہ آپس میں دشمن ہی نہیں ہیں ۔"

اغانی کی ایک دلچسپ روایت

اغانی کی روایت ہے :

"عبیدہ بن ہلال خارجی ایک مرتبہ لشکر کے کنارے آیا اور اس نے کہا:

"اے گروہِ مہلب تم میں سے کون میرے مقابلے میں آئے گا؟"

مہلب کے لشکر کے دو نوجوان نکل کر اس کے مقابلے میں پہنچے، عبیدہ نے ان سے کہا:

"بتاؤ تمھیں کیا پسند ہے، قرآن سناؤں یا شعر سناؤں؟"

ان دونوں نوجوانوں نے جواب دیا:

"قرآن جتنا تمھیں آتا ہے ہمیں بھی آتا ہے، شعر سناؤ۔"

عبیدہ بن ہلال نے کہا:

"فاسقو! خدا کی قسم میں جانتا تھا، تم قرآن پر شعر کو ترجیح دو گے۔"

پھر اس نے رجز خوانی شروع کر دی اور ایسا لڑا کہ وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگِ خوارج کے بعض پہلو!

مقامِ سولات میں مہلب اور جماعتِ خوارج کے مابین جو معرکے قطری کی زیرِ قیادت برپا ہوئے وہ فیصلہ کن نہ ثابت ہو سکے۔

قطری سرارِ خوارج کی کامیابیاں

جب عبدالملک بن مروان مصعب بن زبیر پر غالب آیا اور وہ قتل ہو گئے تو اس کی گرفت پورے عراق پر قائم ہو گئی، اس نے بصرہ کی ولایت پر خالد بن عبداللہ بن اسید کو مامور کیا۔ مہلب بدستور ازارقہ سے برسرِ جنگ تھا، خالد نے اسے اہواز سے خراج وصول کرنے پر مامور کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن عبداللہ کو جنگِ خوارج کی کمان سونپ دی،

قطری نے اس کے مقابلے میں نوسو سوار بھیجے، ان سواروں نے عبدالعزیز کو شکستِ فاش دی، عبدالعزیز خود بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس کی بیوی خوارج کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو بہت برہم ہوا۔ اس نے اپنے والی کو ڈانٹا کہ اس نے مہلب کے ہاتھ سے یہ کام کیوں لے لیا؟ اور حکم دیا کہ اس معاملے میں ہمیشہ اس کی رائے پر چلے اور یہ کہ اب خوارج سے

جنگ کرنے کے لئے خود میدان میں جائے ، اس کے علاوہ اس نے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو جو کوفہ کا گورنر تھا لکھا کہ وہ بھی جنگِ خوارج کے لئے فوجیں بھیجے ، چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن بن الاشعث کی سرگردگی میں کئی ہزار سپاہی بھیجے ۔

مہلبؒ خوارج کو جادوگر کہتے تھے

راویوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا ؟ ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ جب خالد ازارقہ سے قتال کے لئے نکلا تو مہلب اس کے ساتھ تھا مہلب نے اسے نصیحت کی کہ اپنی حفاظت کا خاص اہتمام کرے لیکن اس نے اس نصیحت کی پرواہ نہیں کی ، آخر مہلب نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور جاسوسوں کی ڈاک بٹھا دی کہ کہیں رات میں موقع پا کر خوارج حملہ نہ کردیں ۔ آخر کئی دن کی جنگ کے بعد خالد نے خندق کھودی اور مورچہ بندی کر کے حفاظت کا اہتمام کیا ۔ جب خوارج نے دیکھا کہ اہلِ کوفہ و بصرہ خندق کھود رہے ہیں تو پکار اٹھے :

"یہ جادوگر اگر تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو خدا ضرور تمہیں غارت کر دیتا ۔"

خوارج مہلب کو جادوگر کہا کرتے تھے ۔ کیونکہ جب وہ کوئی تدبیر سوچتے مہلب پہلے سے اس کا توڑ کرتے ہیں ان سے بازی لے جاتا ۔

مہلبؒ قبائلی تعصب کا شکار بنایا گیا

لیکن مہلب کو جم کر کام کرنے کا پورے طور پر موقع نہیں ملا ۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مہلب قبیلۂ ازد سے تعلق رکھتا تھا اور بصرہ کے اصحابِ اقتدار زیادہ تر قبیلۂ مضر سے تعلق رکھتے تھے اس لئے یہ اس پر خار کھائے رہتے تھے ۔

خوارج حکومت کے سب سے بڑے دشمن تھے جو انھیں فنا کر دیتا، وہ یقیناً حکومت کا نجات دہندہ قرار پاتا اور مضر کے لوگ یہ فخر مہلّب کو دینا نہیں چاہتے، مہلب خود بھی اپنی قدر و قیمت سے واقف تھا، چنانچہ جب کبھی اُسے آمادۂ عمل کیا جاتا تو وہ سخت شرائط پیش کرتا اور ایسے امتیازات کا مطالبہ کرتا جو اس کی گراں مائگی اور رفعت میں بدرجہا اضافہ کر دیتے۔

مہلب نے اپنا نرخ بڑھا دیا

مورخین کا بیان ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائی بشر بن مروان کو حکم دیا کہ جنگِ خوارج کا مرحلہ مہلّب کو سونپ دیا جائے، مہلّب نے اپنے لئے اپنا نرخ بڑھانا شروع کر دیا۔ اس نے کہا میں بیمار ہوں، بشر خود اس کے پاس پہنچا، مہلّب نے کہا:

"میں سخت علیل ہوں، چل پھر بھی نہیں سکتا۔ دارالامارۃ تک کس طرح جاؤں گا؟"

بشر نے کہا:

"دارالامارۃ خود تمھارے پاس آجائے گا، یہاں بیٹھ کر جو چاہو طلب کرلو، جن لوگوں کو چاہو اپنا ساتھی مقرر کرلو، اور خوارج سے جنگ شروع کردو۔"

مہلب نے یہ اختیاراتِ خصوصی حاصل کرنے کے بعد اپنا لشکر لیا، اور ازارقہ کی طرف بڑھا۔ انھیں جب اس کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ کھسک گئے، مہلّب نے اہواز تک ان کا پیچھا کیا، پھر انھیں شکست دی، اب وہ لوگ فارس میں داخل ہوگئے۔ تو اس نے اپنے بیٹے مغیرہ کو جو شجاعت اور دلیری میں

یکتا تھا، ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔

اسی اثنا میں امیر عراق بشر بن مروان کا انتقال ہو گیا اور حجاج عراق کا گورنر بن کر آ گیا۔ اور اس نے پوری شدت اور سختی کے ساتھ جنگ شروع کر دی، یہ واقعہ ۷۵ھ کا ہے؛

حجاج بن یوسف میدان میں

عراق کی امارت پر جب حجاج فائز ہوا تو جنگِ خوارج نے کئی اور پلٹے کھائے، وہ اپنے پیش روؤں سے کہیں زیادہ ظالم اور جابر ثابت ہوا۔ لوگ اس کے مظالم سے چیخ پکار اٹھے۔

حجاج کا اہلِ عراق سے ایک سوال

ایک روز حجاج نے عراق کے سربرآوردہ لوگوں کو بلایا اور ان سے پوچھا:

"مجھ سے پیشتر یہاں کے والی خطا کاروں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا کرتے تھے؟"

لوگوں نے جواب دیا:

"کوڑے لگاتے تھے اور قید کر دیتے تھے۔"

حجاج نے کہا:

"لیکن میں کوڑے اور جیل کا قائل نہیں ہوں۔ خطا کاروں کے جواب میں تو میں ایک ہی چیز پیش کر سکتا ہوں اور وہ ہے تلوار، اگر مسلمان مشرکین سے جہاد نہیں کریں گے تو خود مشرکین مسلمانوں سے لڑنے آجائیں گے۔ اور اگر لوگ اسی طرح قانون شکنی اور خطا کاری کا ارتکاب کرتے رہے تو دشمن سے

لڑ چکے ، پھر نہ مالِ غنیمت ہاتھ آئے گا نہ دین سربلند رہے گا ۔

اپنی گفتگو میں حجاج نے مشرکین کا لفظ خوارج کے لئے استعمال کیا تھا

حجاج کی اس گفتگو کے بعد لوگ دوڑ دوڑ کر مہلّب کے لشکر میں شریک ہونے لگے ۔ پھر اس کے بعد خوارج کے درمیان بڑی ہی ہولناک اور خونریز جنگ ہوئی ۔

حجاج مہلّب کو اُکساتا رہتا تھا

مہلّب اور خوارج کی معرکہ آرائیوں کے زمانے میں حجاج برابر قاصد پر قاصد بھیجتا رہتا تھا اور مہلّب کو قتال پر آمادہ کرتا رہتا تھا ۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں سے اس کے فرمان مہلّب کے پاس پہنچتے رہتے تھے ، ان فرامین میں اسے پُرزور اور پُرجوش انداز میں خوارج سے جنگ جاری رکھنے پر اُکسایا جاتا تھا ، مہلّب ان قاصدوں کو مختلف مراکز پر بھیج دیا کرتا تھا تاکہ وہ بچشم خود جنگی سرگرمیوں کا اندازہ لگا سکیں ۔ اور حجاج کو صحیح رپورٹ دے سکیں ۔ جنگ کی شدّت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بعض قاصد تابِ نظارہ نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوتے تھے ۔ اور بعض ہلاک ہوجاتے تھے ۔ حجاج کو مہلّب ایک ہی جواب دیتا تھا ۔

" اپنے قاصدوں سے دریافت کرلو ، وہ تمہیں بتائیں گے کہ خوارج سے ہم اور ہم سے خوارج کیسے لڑ رہے ہیں "

یہ قاصد جب حجاج کے پاس واپس آتے تو اس سے کہتے :

" ہم نے ایسی قوم کو دیکھا ہے جس پر خدا کے سوا کوئی غلبہ نہیں دے سکتا "

حجاج مہلب سے مطمئن نہیں تھا

حجاج مہلب کی کارگزاریوں سے کچھ زیادہ مطمئن نہ تھا، ایک مرتبہ اس نے لکھا،

"مجھے معلوم ہوا ہے تم دشمن سے مقابلہ چھوڑ کر خراج اور ٹیکس وصول کرنے میں سرگرمی دکھا رہے ہو۔ میں نے تم کو یہ ذمہ داری سونپی ہے اور اہلِ عمان کے مقابلے میں ترجیح دی ہے، حالانکہ تم ازدی ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فلاں روز فلاں جگہ خوارج سے جنگ شروع کر دو۔ اگر تم نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو میرا نیزہ تمھارے سینے کے پار ہوگا"

مہلب نے یہ خط پڑھ کر اپنے بیٹوں سے مشورہ کیا، انھوں نے رائے دی کہ سخت جواب نہ دیا جائے، مہلب نے حسب ذیل جواب لکھا:

"آپ کا خط ملا، آپ سمجھتے ہیں کہ دشمن سے جنگ و پیکار کا سلسلہ بند کر کے میں خراج اور ٹیکس وصول کرنے میں لگا ہوا ہوں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص خراج نہیں وصول کر سکتا وہ دشمن سے کیا لڑے گا

آپ کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے ولایت سونپی ہے اور اگر آپ نے ایسا کیا ہے تو کچھ سمجھ کر کیا ہے، آپ کا خیال یہ بھی ہے کہ ازدی ہونے کے باوجود آپ نے مجھے منتخب کیا، حالانکہ ازد کے مقابلے میں وہ قبیلہ زیادہ بدنفس ہے، جس سے دوسرے قبائل نفرت کرتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ اگر فلاں روز فلاں جگہ میں نے خوارج سے جنگ نہ شروع کی تو آپ کا نیزہ میرے

اسینے کے پار ہوگا، اگر آپ نے ایسا کیا تو میری ڈھال اسے روک
لے گی۔ والسلام!"
سمجھ میں نہیں آتا کہ حجاج نے جنگی نقطۂ نظر سے اتنی بڑی غلطی کیسے کی۔
میدان جنگ سے اتنے دور دراز مقام پر بیٹھ کر یہ حکم دینا کہ فلاں دن
فلاں جگہ سے جنگ شروع کرو جنگی نقطۂ نظر سے نہایت بے تکی بات ہے۔
اور کوتاہئ نظر کی دلیل ہے۔ حجاج جیسے شخص سے اتنی بڑی غلطی کا ارتکاب
بعید از فہم ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے یہ خط مہلب کو آمادۂ کار اور جنگ پر
برانگیختہ کرنے کے لئے لکھا ہو۔

مہلب اور حجاج کی تلخ خط و کتابت

ایک مرتبہ اور حجاج نے مہلب کو اسی قسم کا خط لکھا، اس نے جراح
بن عبداللہ کو جواب دے کر اس کے پاس بھیجا۔ جس میں اس نے لکھا تھا:
"مجھے آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں مقابلہ کرتے ہچکچاتا
ہوں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میں نہ بزدل ہوں نہ خطا کار
ہوں، پھر بھی آپ نے مجھے اس طرح سرزنش کی ہے جیسے کسی بزدل
کو کی جاتی ہے۔ اس طرح دھمکایا ہے جیسے کسی گنہ گار کو دھمکاتے
ہیں۔ جو کچھ پوچھنا ہے جراح سے پوچھ لیجیے۔"
حجاج نے جراح سے پوچھا:
"تم نے مہلب کو کیسا پایا؟"
جراح نے جواب دیا:
"خدا کی قسم اے امیر میں نے اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا میرا

میرا خیال ہے کہ جن حالات میں وہ مصروفِ عمل ہے کوئی اور ہوتا تو میدان چھوڑ جاتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مسلسل تین دن تک وہ اور اس کے ساتھی جنگ میں مصروف رہے تیروں سے وار کرتے رہے، تلوار چلاتے رہے اور جب میدانِ جنگ سے واپس آئے تو اتنے ہشاش بشاش جیسے انھوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔"

حجاج نے کہا:

"ابوعقبہ تمھاری اس مدح میں مبالغہ شامل ہے۔"

جراح نے جواب دیا:

"میں نے سچی بات کہی ہے۔"

شبیب خارجی

تاریخِ خوارج کی ایک انمول شخصیت

مہلّب کی نئی چال عراق کے سالارانِ فوج کے مقابلے میں مہلّب وہ تنہا شخص تھا جس نے خوارج کو اور اُن کے طریقۂ جنگ کو اچھّی طرح سمجھ لیا تھا، وہ انھیں تلوار کی مار سے کم اور حیلہ کی مار سے زیادہ مارنا چاہتا تھا، مہلّب اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس جماعت (خوارج) پر صرف تلوار کی مدد سے غالب نہیں آسکتا، اس لئے کہ یہ لوگ غضب کے دلیر اور شجاع تھے۔ موت کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، بلکہ اس کے اشتیاق میں سرگرداں رہتے تھے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اگر واقعی انھیں ہلاک کرنا اور ختم کرنا ہے تو پھر مکر و حیلے کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔

شبیب کی شخصیّت اسی اثنا میں شبیب خارجی ظاہر ہوا۔ یہ واقعہ ۷۵ھ کا ہے شبیب نے اور اس کی جماعت نے بغاوت اور خروج کی ساری تیاریاں مکمل کرلیں۔ اس کام پر آمادہ کرنے والا بنو امرار القیس کا ایک فرد صالح بن سرح تھا۔ یہ خوارج کے فرقہ صفریہ سے تعلق

رکھتا تھا، اسی سال یہ حج کو گیا، اس کے ساتھیوں میں ایک شخص ابو الضحاک شبیب بن یزید بھی تھا نیز بدید، بطین اور بعض دوسرے سربرآوردہ خوارج عبد الملک بن مروان نے بھی اس سال حج کیا تھا، شبیب نے اسے قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

صالح بن مسرح

صالح بن مسرح ایک درویش صفت، عزلت گزیں، عبادت گزار اور زرد رو شخص تھا، حد سے زیادہ ریاضت عبادت سے شغف رکھنے والا، اس کا قیام ارضِ موصل میں تھا، وہیں اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کو قرآن پڑھایا کرتا تھا عثمان، علی اور بعد کے ولاۃ امر سے تبریٰ کا اظہار کرتا رہتا تھا، اپنے احباب وتلامذہ کو یہ دعوت دیتا تھا کہ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف چلنے کی تیاری کریں۔ اور جلد از جلد ان لوگوں سے جا ملیں جنھوں نے آخرت کے عوض میں اپنی دنیا بیچ دی، اپنے مال اور جان کو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قربان کر دیں تاکہ رضوانِ الٰہی سے شادکام ہوں۔ اور خروج وبغاوت میں بیش از بیش حصہ لے کر منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

صالح بن مسرح کی ان تیاریوں کے دوران میں ایک شخص ابو الضحاک شبیب بن یزید الخارجی کا ایک خط لے کر آیا۔ جس میں اس نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت صالح کی جماعتِ مجاہدین میں شریک ہونا چاہتا ہے اور یہ کہ صالح کو امیر المومنین اور شیخ المسلمین تسلیم کر کے کام باقاعدہ شروع کر دیا جائے۔

صالح نے اس خط کا جواب حسب دل خواہ دیا اور تاکید کی کہ جلد از جلد آ کر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔

اس اطلاع کے ملتے ہی شبیب اپنے ساتھیوں سمیت صالح بن مسرح کی خدمت میں پہنچ گیا اور ان سب نے طے کیا کہ صفر ۷۶ھ میں خروج کی اسکیم عمل میں لے آئی جائے۔

شبیب سخت مزاج تھا

جب یہ جتھہ مکمل ہوگیا تو اس نے خروج کی تیاریاں مکمل کیں۔

شبیب بن یزید نے دیکھا کہ جماعت کے بعض لوگ اس کے ہم رائے نہیں ہیں۔ اس نے تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صالح نے اسے اس کام سے روکا۔ اور کہا:

"ایسا نہ کرو، ہمیں چاہیے کہ ہم انھیں اپنی رائے کی طرف دعوت دیں جو ہمارا ہم رائے بن جائے وہ محفوظ رہے۔ جو اختلاف کرے پھر اس کا قتل جائز ہے۔"

یہ لوگ جب خروج کو نکلے تو ان کی تعداد ایک سو بیس نفر سے زیادہ نہ تھی۔ اور ان میں بھی زیادہ تر پیادے تھے، محمد بن مروان کی سواریاں استاق میں تھیں۔ انھوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے پیادوں کو ان پر بٹھا دیا۔

محمد بن مروان کو جو امیر جزیرہ تھا جب یہ خبر ملی تو اس نے کوئی زیادہ اہمیت نہ دی اور عدی بن عمیرہ کو ایک ہزار سپاہ کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن خوارج نے انھیں شکست دی۔ یہ پٹے ہوئے اور لٹے ہوئے محمد بن مروان کے پاس آئے۔ اب اسے غصہ آیا اور اس نے تین ہزار کا لشکر جس میں کئی کارآزمودہ جنگ جو بھی تھے روانہ کئے۔ اس لشکر نے خوارج سے مقابلہ کیا، اور کوئی شبہ نہیں مقابلہ بہت سخت تھا۔ محمد بن مروان کے سپہدار

خالد اور حارث اور ان کے ساتھی اس جنگ کو جیتنے میں ہر طرح کی کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے، زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، جب شام ہوئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ پر واپس آ گئے۔

خوارج نے باہمی مشورت کے بعد فیصلہ کیا کہ راتوں رات کھسک جائیں چنانچہ ارضِ جزیرہ کو قطع کرتے ہوئے ارضِ موصل میں پہنچ گئے۔ حجاج کو معلوم ہوا تو حارث بن عمیرہ کو تین ہزار کا لشکر دے کر کوفہ سے مقابلے کے لئے بھیجا، ارضِ موصل کے حدود پر جنگ شروع ہوئی، اس جنگ میں صالح قتل ہو گیا، شبیب نے صالح کے قتل کے بعد اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کی پیٹھ سے پیٹھ ملا کر دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا پاس کے قلعے میں داخل ہو جائے۔ یہ ترکیب کامیاب ہوئی اور خوارج داخلِ قلعہ ہو گئے۔ حارث نے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا۔

شبیب امام خوارج بن گیا

شبیب نے لوگوں سے کہا صالح قتل ہو گیا، اب وہ جس کے ہاتھ پر چاہیں بیعت کر لیں، نیا امام پہلا کام یہ کرے گا کہ دشمن کے لشکر پر شب خوں مارے گا۔ شبیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں کو لے کر وہ باہر نکلا اور دشمن کے لشکر پر شب خوں مارا۔ حارث اس نئی آفت سے بالکل بے خبر تھا۔ اس کے لشکر والے بھی اطمینان سے اپنے خیموں میں دبکے ہوئے تھے۔ شبیب اور اس کے ساتھیوں نے شمشیر زنی شروع کر دی، حارث لڑا لیکن گھائل ہو کر گر پڑا، اس کے ساتھی اسے اٹھا کر لے گئے۔ شب خوں کے نتیجے میں حارث کے لشکر کو شکست ہوئی اور یہ لوگ مدائن کی طرف پسپا ہو گئے، یہ پہلا لشکر

تھا جسے شبیب نے شکست دی۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر موصل پہنچا۔ اور وہاں سے آذربائیجان چلا گیا۔

حجاج کی برہمی اپنے فوجی افسر پر

حجاج کے حکم کے مطابق سورۃ بن ابجر تمیمی شبیب کو روکنے کے لئے بڑھا، دوسری طرف سے سفیان بن ابی العالیہ بھی بڑھا، سورہ نے سفیان کو پیغام بھیجا کہ جب تک وہ نہ آلے وہ وہیں رہے۔ لیکن سفیان نے جلدی کی اور شبیب کی تلاش میں کوچ کر دیا۔ خانقین کے مقام پر مڈبھیڑ ہو گئی۔ شبیب نے اپنے بھائی کو اس کی خبر لینے کے لئے چھپا دیا اور خود اس طرح پیچھے ہٹا گویا شکست کھا کر بھاگ رہا ہے۔ سفیان نے اس کا تعاقب کیا، عدی بن عمرہ شیبانی نے اسے متنبہ کیا کہ کمین گاہ سے ہوشیار رہے لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی، یہاں تک کہ وہ کمین گاہ کے قریب جہاں شبیب کا بھائی چھپا ہوا تھا پہنچ گیا۔ اب شبیب پلٹا اور اس نے زبردست حملہ کیا۔ اس جنگ میں زخمی ہو کر سفیان گر پڑا۔ قریب تھا کہ قتل ہو جاتا کہ اس کے ایک غلام نے بڑی مشکل سے اسے ایک گھوڑے پر ڈالا اور اس کی مدافعت کرنے لگا۔ سفیان تو بچ کر نکل گیا، لیکن غلام قتل ہو گیا۔

سورہ نے خوارج سے جنگ کرنے کی کوشش کی، لیکن ہار گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مدائن پہنچا، خوارج پیچھے پیچھے تھے، اہلِ مدائن نے تیروں اور پتھروں سے خوارج پر حملہ کیا، شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر تکریت کی طرف بڑھ گیا، حجاج کو جب یہ معلوم ہوا تو بھڑک اٹھا، اس نے کہا:

"خدا سورہ کو غارت کرے، اس نے سارا لشکر تباہ کیا اور ساری چھاؤنی برباد کر دی۔"

حجاج کی بیقراریاں

حجاج نے عثمان بن سعید کو جو بہادری میں یکتا مانا جاتا تھا طلب کیا اور چار ہزار کا لشکر دے کر خوارج کے مقابلے میں بھیجا، یہ لشکر لے کر جنرل، یعنی عثمان بن سعید روانہ ہوا۔ شبیب اسے جھنکائی دے کر ایک قریہ سے دوسرے قریہ میں، ایک شہر سے دوسرے شہر میں نمودار ہوتا رہا۔ اس کے بعد اس نے جنرل کے لشکر پر بھی شب خوں مارا، لیکن ان لوگوں کو چوکنا پاکر واپس ہوا۔ اور جرجرایا کی طرف بڑھ گیا۔

حجاج نے جنرل کو خوارج سے مقابلہ کرنے پر اور زیادہ اکسایا اور سعید ابن المجالد کو جنرل کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اور تاکید کی کہ جس طرح درندہ حملہ کرتا ہے اس طرح خوارج پر ٹوٹ پڑیں۔ سعید جب جنرل کے پاس پہنچا تو اس نے فیصلہ کیا کہ فوراً خوارج سے مقابلہ شروع کر دینا چاہئے، جنرل نے سمجھایا یہ حرکت تدبیر جنگ کے منافی ہے۔ لیکن سعید نے پروا نہ کی وہ خوارج کے مقابلے پر نکلا شکست کھائی اور قتل ہوا۔ اس کے ساتھی بھاگ کر جنرل کے پاس پہنچے۔

خوارج سے گھمسان کی لڑائیاں

جنرل نے سعید کے باقی لوگوں اور اپنے ساتھیوں کو لے کر خوارج سے مقابلہ شروع کیا، بڑے گھمسان کے رن پڑے۔ جنرل نے جنگ کے شدائد کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جنگ کرتا ہوا زخمی ہوا۔ اسی حالت میں مدائن لے جایا گیا، اس کے لشکر نے شکست کھائی اور ناکام و نامراد کوفہ واپس آیا۔ جنرل نے حجاج کو ساری کہانی لکھ بھیجی۔ سعید کی جلد بازی اس کے قتل اور شکست کی داستان!

حجاج نے جبرل کا خط پڑھ کر اس کی تحسین کی۔ اور سعید کے قتل پر افسوس کا اظہار کیا۔ پھر ایک خاص طبیب زخموں کے علاج کے لئے اس کے پاس بھیجا اور دو ہزار درہم بھی کہ اپنی ضروریات پر خرچ کرے۔

شبیب مدائن میں شبیب نے اب مدائن کا رخ کیا مگر دیکھا کہ اہل شہر قلعہ بند ہیں اور وہاں پہنچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اب وہ کرخ پہنچ گیا جو بغداد کا ایک حصہ تھا، حجاج نے سوید بن عبدالرحمٰن سعدی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا، شبیب مختلف مقامات پر ہوتا ہوا اینار پھر آذربائیجان پہنچ گیا۔

حجاج نے کوفہ کی امارت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کے حوالے کی اور خود بصرہ چلا گیا۔ عروہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ خوارج کوفہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو اس نے حجاج کو اطلاع دی، یہ خبر سنتے ہی وہ کوفہ کی طرف لپکا لیکن رات کو شبیب کوفہ میں داخل ہو گیا۔ اور قصر امارت پر اپنے نیزہ کی ایک ضرب لگائی۔

شبیب کوفہ میں کوفہ میں داخل ہونے کے بعد خوارج مسجد اعظم میں داخل ہوئے، جو لوگ یہاں نماز پڑھ رہے تھے انھیں قتل کر دیا۔ حجاج نے فوراً لام بندی کا حکم دیا۔ شبیب نے ذرا بھی وقت ضائع کئے بغیر قادسیہ کی طرف کوچ کر دیا۔

حجاج نے ایک نیا لشکر دے کر زحر بن قیس کو شبیب کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ اور تاکید کر دی کہ اس کا جو آدمی بھی ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ حیرہ کے قریب ایک مقام پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی، اس جنگ میں

زخم زخمی ہوا۔ اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ پھر خوارج فوراً ہی امراء فوج دشمن پر ٹوٹ پڑے، جو کوفہ سے چند فرسخ کے فاصلے پر موجود تھے، یہاں پھر بڑی زوردار جنگ ہوئی، کئی امراء قتل اور بہت سے زخمی ہوئے شبیب نے باقی ماندہ لوگوں کو زیرِ شمشیر لانے سے پہلے دعوت دی کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، جس کی تعمیل کی گئی۔ رات میں بیعت ہوئی اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور متفرق ہو گئے۔

حجاج شبیب کی کامیابیوں سے سراسیمہ ہوگیا حجاج کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو گھبرا گیا۔ اس نے سوچا کہ اب شبیب مدائن پر حملہ کرے گا۔ جو کوفہ کا دروازہ ہے، جو مدائن فتح کرلے کوفہ کا فتح کرنا اس کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں۔ اس نے عثمان بن قطن کو مدائن کا گورنر بنایا، تاکہ وہ خوارج کو روکے، اور لشکر کے نام فرمان جاری کیا کہ جو بھاگے گا اُسے دشمن سے بھی زیادہ عبرت انگیز سزا دی جائے گی۔ عثمان نے پہلے تو شبیب کے مقابلے پر عبدالرحمٰن کو بھیجا۔ لیکن شبیب اسے چکر دیتا رہا۔ آخر حجاج نے عثمان کو سردار لشکر بنا دیا۔ اور مدائن کی گورنری مطرف بن مغیرہ بن شعبہ کو سونپ دی، عثمان اپنا لشکر لے کر فوراً ہی خوارج کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ لیکن فضا ناموافق تھی، آندھی کی شدت نے ایک شب ورو ز جنبش کرنے کا موقع نہ دیا، پھر اس کے بعد شبیب کے لشکر میں مقابلہ ہوا، اس کے ساتھ ایک سو اسی آدمی تھے۔ اس نے ان آدمیوں سے عثمان کے لشکر کو شکست دی اور قتلِ عام شروع کر دیا۔ پھر تلوار سے ہاتھ روک لیا اور لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کی دعوت دی، اکثر نے بیعت کرلی۔ عثمان کے لشکر میں سے

عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث بچ بچا کر کوفہ پہنچے۔ لیکن سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب تک اس نے امان نہ دے دی۔ چھپے رہے۔ یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔

شبیب کی دھاک بیٹھ گئی

شبیب نے عثمان بن قطن کو قتل کر دیا۔ اس واقعے نے اس کی دھاک بٹھا دی، لوگ بڑی مقدار میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو طالبِ دُنیا تھے، یا وہ جو حجاج کے مظالم سے تنگ آکر شبیب سے مل گئے تھے، یہ شدید گرمی کا موقع تھا، جب گرمی کم ہوئی تو شبیب مدائن کی طرف بڑھا۔ دہقانِ بابل نے حجاج کو اس کی اطلاع دی۔ حجاج نے اہلِ کوفہ سے اپیل کی کہ اپنے بلاد اور مال و منال کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔ ورنہ وہ اہلِ شام کو یہاں بُلا کر آباد کر دے گا۔ لوگوں نے اس اپیل پر لبیک کہا اور اقدام و قتال پر آمادگی ظاہر کی۔

حجاج کی طرف سے سپاہِ شام کی طلبی

حجاج نے عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ شبیب مدائن کو سر کر چکا ہے اور اب کوفہ کی طرف بڑھ رہا ہے، یہاں کے لوگ کئی موقعوں پر اس سے مقابلہ کرنے میں عاجز آچکے ہیں۔ اور اب اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شامی فوج جلد از جلد یہاں بھیجی جائے۔

عبدالملک بن مروان نے چار ہزار کا لشکر دے کر سفیان بن ابرد کو اور دو ہزار کا لشکر دے کر حبیب ابن عبدالرحمٰن کو بھیجا، شامی فوجیں جلد کوفہ پہنچ گئیں۔ انھوں نے وہ مختصر راستہ اختیار کیا تھا جس کی حجاج نے نشان دہی کر دی تھی۔ پھر حجاج نے عتاب بن ورقاء کو طلب کیا، اور اُسے کوفی لشکر

کا امیر بنادیا۔ لیکن اس کے کئے کچھ نہ ہوسکا۔ بُری طرح خوارج کے ہاتھوں ان نے شکست کھائی۔

عتاب قلبِ لشکر میں زہرہ بن حویّہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ شبیب فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔

عتاب نے زہرہ سے کہا: آج کے دن گو ہمارے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن اطمینان کم!

زہرہ نے کہا: "مبارک ہو، مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے شہادت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔"

جب شبیب قریب آیا تو جنگ اور زیادہ تیز ہوگئی، عتاب اور زہرہ نے مقابلہ کیا لیکن دونوں قتل ہوگئے۔ شبیب نے حسب معمول اہلِ عسکر کو بیعت کی دعوت دی جو قبول کرلی گئی۔ لیکن راتوں رات یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب شبیب کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا،

حجاج کے غلام کا شبیب کے ہاتھوں قتل

اس موقع پر سفیان بن ابرد شامی فوج لے کر پہنچ چکا تھا، حجاج اب اہلِ کوفہ سے بے نیاز ہوچکا تھا۔

اس نے کہا:

"اے اہلِ کوفہ! تم میں سے جو سربلندی چاہتا ہے، خدا اُسے سربلندی نہیں دیتا۔"

شبیب ایک مقام حمام اعین تک پہنچ گیا۔ حجاج نے حارث بن معاویہ ثقفی کو بلایا۔ اور ایک ہزار آدمی دے کر اُسے شبیب کے مقابلے میں بھیجا۔ خوارج نے مقابلہ کیا اور اس لشکر کو شکست دی، حارث کو قتل کردیا اور کوفہ

کی طرف بڑھے، سبخہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، یہاں ایک مسجد بنائی ۔ حجاج نے اہل کوفہ کی ایک کے بعد دوسری جماعت شبیب کی طرف روانہ کی۔ ہر جماعت میں اس کا ایک غلمان ضرور رہتا تھا، لباسِ فاخرہ میں ملبوس اور اسپِ خوش خرام پر سوار، شبیب نے غلمان کو دیکھا تو سمجھا یہ حجاج ہے، اسے قتل کر دیا اور پکارا:

"اے اہلِ کوفہ! اگر یہ حجاج تھا تو میں نے تمھیں اس سے نجات دی۔"

حجاج میدانِ جنگ میں

حجاج نے یہ منظر دیکھا تو خود اس کی طرف بڑھا وہ ایک خچر پر سوار تھا، شبیب اس کی طرف لڑتا ہوا بڑھا۔ حجاج نے ایک کرسی طلب کی اور اس پر بیٹھ گیا اور اہلِ شام کو قتال کی ترغیب دینے لگا، ان لوگوں نے نیزے تان لئے اور دشمن کی طرف بڑھے، ساتھ ہی ساتھ حجاج بھی اپنی کرسی بڑھاتا جاتا تھا، بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ اہل شام اصحابِ شبیب کا مقابلہ کرتے ہوئے نو تعمیر مسجد تک پہنچ گئے۔ حجاج نے کہا:

"اے اہلِ شام! اے اہلِ سمع وطاعت، خدا کی قسم یہ پہلی فتح ہے، اس ذاتِ بے ہمتا کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں حجاج کی جان ہے۔"

غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی

خالد بن ورقاء نے شبیب پر زبردست حملہ کیا اور مصاد کو جو شبیب کا بھائی تھا، قتل کر دیا، اس کی بیوی غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی۔ شبیب کو شکست ہوئی۔ حجاج نے خالد بن عتاب کو اس کے تعاقب کا حکم دیا، وہ اس کے پیچھے ہو لیا، خوارج جسر مدائن سے گزر کر ایک دَیر میں داخل ہو گئے، خالد نے محاصرہ کر لیا، وہ نکلے اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور اُسے اور اس کے ساتھیوں کو

شکست دی۔ پھر گھوڑوں سمیت دجلہ میں کود گئے۔ خالد نے بھی اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، شبیب نے یہ منظر دیکھا تو کہا:

"یہ سوار بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے، خدا اس سوار اور اس گھوڑے سے سمجھے"

اُسے بتایا گیا کہ یہ خالد بن عتاب ہے۔

شبیب نے کہا:

"خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس کا پیچھا نہ چھوڑتا، خواہ یہ جہنم ہی میں کیوں نہ جا رہا تھا"

خوارج سے لشکرِ مخالف ڈرتا تھا

اس کے بعد حجاج نے حبیب بن عبدالرحمٰن کو شبیب کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور اس کے ساتھ تین ہزار شامی فوج روانہ کر دی اور تاکید کی کہ جہاں کہیں بھی وہ مل جائے چھوڑنا مت۔ حبیب اس کے تعاقب میں روانہ ہوا یہاں تک کہ انبار پہنچا۔ جنگ شروع ہوئی، خوارج کی تعداد تیس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اتنی بہادری سے لڑے کہ حبیب کے ایک ساتھی نے کہا:

"اگر یہ تعداد میں سو نفر بھی ہوتے تو خدا کی قسم ہمیں ہلاک کر دیتے"

شبیب کی غرقابی

شبیب لڑتا بھڑتا اپنے ساتھیوں سمیت مایوسی کے عالم میں نکل گیا، اہواز پہنچا، پھر فارس، پھر کرمان، حجاج نے سفیان بن ابرد کو اب اس کے تعاقب میں روانہ کیا، اور چار ہزار کا لشکر دے کر زیاد بن عمرو کو بھی اس کے ساتھ کر دیا، ان لوگوں نے شبیب اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا، ایک مرتبہ پھر شدید جنگ شروع ہوئی، جب رات ہوئی تو

شبیبؒ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ نہر عبور کرلیں، اپنے ساتھیوں کو آگے رکھا، خود اُن کے پیچھے رہا۔ اس کا گھوڑا آگے والے گھوڑے سے ٹکرایا اور وہ پانی میں گر پڑا۔ شبیب بھی پانی میں غوطے کھانے لگا تھا۔ لوہے کی زرہ اور مغفر اور دوسرے جنگی اسلحہ نے تیرنا اس کے لئے ناممکن بنا دیا۔ وہ ڈبکیاں کھانے لگا۔ ایک ساتھی نے آواز دی:

"امیر المومنین کیا آپ ڈوب رہے ہیں؟"

شبیب نے جواب دیا:

"خدائے عزیز و علیم کی تقدیر یہی ہے۔" پھر وہ ڈوب گیا۔

شبیب کی لاش کے ساتھ بدسلوکی

جب صبح ہوئی اور سفیان کو معلوم ہوا کہ شبیب غرق ہوگیا اور اس کے ساتھی اِدھر اُدھر نکل گئے تو اس نے نہر سے شبیب کی لاش نکالی، پیٹ چاک کیا اور دل نکالا۔ وہ اتنا سخت تھا جیسے چٹان، پھر انھوں نے اس کے سینے میں گیند کی طرح ایک اور دل دیکھا، اسے چاک کیا تو اس میں جمے ہوئے خون کا لوتھڑا نظر آیا۔

یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔

شبیب کی بہادریاں

شبیب کی ماں کا نام جہیزہ تھا، یہ رومی عورت تھی۔ جو باندی بن کر شام آئی تھی، شبیب کے باپ یزید بن نعیم نے اسے دیکھا اور فریفتہ ہوگیا، تھی بھی بڑی خوبصورت، اسے خرید لیا اور اس سے شادی کرلی۔ یہ اپنے شوہر پر جان دیتی تھی، کچھ عرصے بعد اس نے اسلام بھی قبول کرلیا۔ شبیب جب پیدا ہوا تو یہ مسلمان ہو چکی تھی۔ اس کی ولادت

یوم النہر کو ۲۵ھ میں ہوئی، شبیب جب اس کے شکم میں تھا تو اس نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک تارا نکلا جو زمین اور آسمان کے درمیان چمک رہا ہے۔ اس کے بعد وہ پانی میں گر پڑا اور غائب ہو گیا۔ اس کی تعبیر یہ دی گئی کہ اس کا بیٹا عظمت و رفعت کی منزلیں تیزی سے طے کرے گا، یوم النہر یہ اس کی ولادت یہ بتاتی تھی کہ اس کے ہاتھوں خوں ریزی بھی بہت ہو گی اور اس کی موت ڈوبنے سے ہو گی۔

جہیزہ کو جب شبیب کے قتل کی اطلاع دی گئی تو اس نے اسے سچ ماننے سے انکار کر دیا۔ جب یہ کہا گیا کہ وہ ڈوب گیا ہے تو اس نے مان لیا۔

عبرت انگیز حوادث پڑھنے والے ان واقعات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ تھوڑی تعداد رکھنے والی ایک جماعت بڑے سے بڑے لشکر اور بڑی سے بڑی حکومت کا کس بہادری سے مقابلہ کر سکتی ہے، اس داستان میں جو بیان کی گئی شجاعت و دلیری کے حیرت انگیز واقعات ملتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ باہمی جنگ اور فتنہ و فساد کے حیرت انگیز حوادث بھی جنھوں نے امتِ عربیہ کی قوت پارہ پارہ کر دی اور اس کے پیشِ نظر جو نصب العین تھا اس کی تکمیل میں حارج ہوئے۔

مکروحیلہ سے خوارج کو شکست دینے کی تدبیریں

مہلب کا فیصلہ خوارج کی جرأت ودلیری اور شجاعت وبسالت سے تنگ آکر مہلب نے سوچا کہ میدانِ جنگ میں انھیں برباد نہیں کیا جا سکتا جب تک مکروحیلہ سے کام لے کر ان کی قوت نہیں کمزور کی جائے گی یہ ایک مستقل خطرہ بنے رہیں گے۔ چنانچہ اب اس کی ساری سرگرمیاں اسی طرف مبذول ہوگئیں۔

خوارج میں اختلافِ باہمی خوارج کے مابین اختلاف پیدا ہوا یہ ۷۷ھ کا واقعہ ہے۔ اصحابِ قطری نے اپنے سردار قطری سے بعض معاملات ومسائل میں اختلاف کیا، اور اس سے الگ ہوگئے الگ ہونے والوں میں عبدربہ الکبیر بھی تھا۔ جو بجائے خود ایک سربرآوردہ شخصیت کا مالک تھا، اس اختلاف کے بعد کچھ لوگ قطری کے ساتھ رہے کچھ عبدربہ الکبیر کے ساتھ شامل ہوگئے۔

جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا اس کا سبب یہ تھا کہ مہلب شاپور میں مقیم تھا۔ اور قطری سے برسرِ جنگ تھا۔ یہ جنگ ایک سال تک جاری رہی۔ پھر ایک روز بڑا شدید معرکہ پڑا۔ اس

وقت صورت یہ تھی کہ کرمان خوارج کے قبضے میں تھا اور فارس مہلب کے زیرنگیں، اس طرح خوارج اس مرکز سے دُور ہو گئے جہاں سے رسد اور ہر طرح کا ساز و سامان حاصل کر سکتے، اور اپنی قوت بحال رکھ سکتے تھے فارس سے اب انھیں کسی طرح کی سہولت حاصل نہیں ہو رہی تھی، آخر مجبور ہو کر انھوں نے کرمان کو اپنا مرکز بنا لیا۔ مہلب کو یہ اچھا موقع مل گیا۔ اس نے سال بھر تک انھیں الجھائے رکھا، اور جھڑپیں جاری رکھیں۔ لیکن اسی اثناء میں حجاج نے فارس میں اپنے عمال بھیج دئیے۔ عبدالملک کو جب یہ خبر ملی تو اس نے حجاج کو حکم دیا کہ خراج فارس تمام تر مہلب کیلئے چھوڑ دے اور آس پاس کے تمام مقامات بھی اس کے قبضے میں رہنے دے۔ تاکہ وہ دشمن سے اچھی طرح نمٹ سکے۔ اس طرح مہلب کو نئی طاقت حاصل ہو گئی۔

مہلب اور اس کے بیٹوں کی جنگ

حجاج نے براء بن قبیصہ مہلب کے پاس بھیجا کہ اسے خوارج سے قتال پر اکسائے، مہلب نے فوراً اپنی فوج کو حرکت دی اور اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا۔ براء ایک ٹیلے پر کھڑا ہو کر جنگی کارروائیاں دیکھنے لگا۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی لڑائی دونوں فریقوں کے مابین ہوئی، صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ جاری رہی۔ اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے سے ہٹ گئے، براء نے مہلب سے کہا:

"خدا کی قسم میں نے آپ کے بیٹوں سے زیادہ بہادر اور جنگ آزما کسی کو نہیں دیکھا۔ اور نہ آپ کے سواروں سے زیادہ تیغ آزما اور دیکھا سوار مجھے کسی عرب لشکر میں نظر آئے۔ اور نہ ان لوگوں سے زیادہ ثابت قدم، دلیر اور موت

ہے بے خوف لوگ میری نظروں سے کہیں گزرے جن سے آپ جنگ کر رہے
تھے ۔ پھر بھی اگر فتح نہ حاصل ہو سکی تو خدا کی قسم آپ معذور ہیں ۔"
شام کو پھر مہلب اپنے بیٹوں اور فوج کو لے کر خوارج پر ٹوٹ پڑے
اس مرتبہ پہلے سے زیادہ خوں ریز اور لرزہ خیز لڑائی ہوئی ، رات کو پھر
دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے سے ہٹ گئے ۔
مہلب نے برار سے پوچھا :
"کہئے آپ نے کیا دیکھا اس وقت کی لڑائی میں ؟"
برار نے جواب دیا :
"میں نے ایسے لوگ دیکھے جن پر خدا ہی غلبہ دے تو کوئی غلبہ پا سکتا ہے ۔"
مہلب نے برار کو حجاج کے پاس واپس بھیج دیا ۔ اور اُسے ہدایت کی
کہ آنکھوں دیکھا حال جا کر اُسے بتا دے ۔"

مہلب نے کس طرح خوارج کو آپس میں لڑایا ؟

ایک عرصے تک مہلب نے اسی طرح خوارج سے جنگ جاری رکھی ۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی ۔
لیکن پھر ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ پیش آیا ۔ خوارج کے پاس
ایک آہن گر تھا ، جس کا نام ابزی تھا ، یہ زہر میں بجھے ہوئے تیر تیار کرتا تھا ،
اور یہی تیر قطری کے لوگ مہلب کے لشکر پر پھینکا کرتے تھے ، آخر لوگوں نے
مہلب سے شکایت کی اور کہا کہ اس مصیبت کا کچھ علاج ہونا چاہیئے ۔
مہلب نے کہا :
"فکر نہ کرو ، اس کا علاج میں کر لوں گا بہت اچھی طرح ۔"

پھر مہلب نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ ذرا ابزی کے نام ایک خط تو لکھو۔ اس نے مہلب کی طرف سے ابزی کو لکھا:

"زہر میں بجھے ہوئے تیر جو تم نے ہمارے لئے تیار کئے ہیں، وہ مل گئے، اس صلے میں ایک ہزار درہم روانہ کئے جاتے ہیں انھیں قبول کرو"

پھر مہلب نے اپنے آدمی سے کہا:

"یہ خط اور یہ درہم لے کر جاؤ اور قطری کے لشکر میں پھینک آؤ۔ لیکن خبردار اپنی جان کا خیال رکھنا"

اس حکم کی تعمیل کی گئی، قطری کو خبر ملی تو اس نے ابزی کو بلا کر پوچھا:

"یہ کیسی غداری تم کر رہے ہو!؟"

ابزی نے انکار کیا کہ یہ سراسر تہمت ہے"

قطری نے اس کا ایک عذر نہ سُنا اور فوراً قتل کر دیا۔

اس طرح مہلب نے اپنی چالاکی سے مسموم تیروں سے پناہ حاصل کر لی۔ اور تیر بنانے والا شخص خود اپنے آدمیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا۔

مہلب کی ایک اور سازش

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہوا قطری کے ایک عامل نے کرمان کے ناحیہ میں ایک خارجی شخص کو جو بڑا معزز سمجھا جاتا تھا، کسی بات پر برہم ہو کر قتل کر دیا۔

لوگ قطری کے پاس آئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ:

"یہ عامل ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم اسے سزا دیں اور قتل

کر دیں۔

لیکن قطری نے یہ بات نہیں مانی اور عامل کو خود سزا دینے یا سزا دینے کے لئے اُن آدمیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

قطری سے لوگ ٹوٹنے لگے

قطری کی ان حرکتوں نے یعنی قاتل عامل کو حوالے نہ کرتے اور بے گناہ ابزی کو قتل کر دینے کے باعث اس کے ساتھی بددل ہو گئے، ایک آدمی سے قطری نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا:

"مفادِ عام کی خاطر کسی شخص کو قتل کر دینا جائز ہے۔ اور یہ بات امام کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ کون سا کام مناسب اور کون سا کام غیر مناسب سمجھتا ہے۔ رعیت کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں۔"

اس بات پر عبدربہ نے بہت زیادہ اختلاف اور برہمی کا اظہار کیا۔

مہلب کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے ایک اور آدمی قطری کے پاس بھیجا اور اسے ہدایت کی:

"جیسے ہی قطری کے پاس پہنچنا، سجدے میں گر پڑنا۔ اور جب وہ منع کرے تو اس سے کہنا:

"میں تو آپ کو سجدہ کروں گا۔"

اس آدمی نے ایسا ہی کیا، قطری کے سامنے گیا اور سجدہ میں گر پڑا۔

قطری نے کہا:

"سجدہ صرف خدا کو زیبا ہے۔"

اس آدمی نے جواب دیا:

"میں تو آپ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرسکتا۔"

خوارج میں سے ایک شخص بول اٹھا:

"خدا کو چھوڑ کر یہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔"

اتنے میں ایک اور شخص اٹھا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔

اس حرکت پر قطری بہت برہم ہوا۔ اور ایک نیا اختلاف خوارج کی جماعت میں پیدا ہو گیا۔

خوارج کی دو جماعتوں میں جنگ

اس کے بعد مہلب نے ایک آدمی خوارج کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے سوال کرے کہ ہم دو آدمی ہجرت کرتے ہوئے آرہے تھے، ایک راستے میں مر گیا، دوسرا اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گیا، پھر اس کا امتحان لیا گیا اور یہ پایا گیا وہ مومن نہیں ہے۔ ان دونوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

خوارج میں سے بعض نے کہا:

"جو شخص مر گیا وہ مومن تھا اور اہلِ جنت، لیکن دوسرا شخص کافر ہے۔"

چند دوسرے خوارج نے کہا:

"دونوں کافر ہیں۔"

اس بات پر شدید اختلاف پیدا ہوا اور آخر یہ لوگ قطری کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ اُسے معزول کر دیا۔[1]

---

[1] الکامل للمبرد

اس کے بعد ان لوگوں نے عبد ربہ کو اپنا سردار بنالیا اور قطری کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت رہ گئی۔ اور ان دونوں میں مقاتلہ شروع ہو گیا۔

مہلّب اور حجاج کا نظریاتی اختلاف

مہلب نے حجاج کو خوارج کے باہمی اختلاف اور باہمی قتال کی اطلاع دی۔

حجاج نے اُسے لکھا:

"اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کر دو۔"

لیکن مہلّب نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا، اس نے جواب دیا:

"مناسب یہ ہے کہ فی الحال خوارج کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہیں، اس طرح یا تو یہ ہلاک ہو جائیں گے یا حد سے زیادہ کمزور ہو جائیں گے لہٰذا ان پر حملہ کرنا کسی طرح بھی قرین دانش نہیں ہے۔"

سخت ترین جنگ

کافی عرصے تک ان لوگوں میں باہمی جنگ ہوتی رہی، پھر قطری اپنے ساتھیوں کو لے کر کوچ کر گیا۔ صالح بن مخرق نے جو رؤسار خوارج میں شمار ہوتا تھا اپنے لوگوں سے کہا:

"تمھارا کام دشمن کی سرکوبی تھا۔ اسی کا تم نے عہد کیا تھا، لیکن اب خود آپس میں لڑ رہے ہو، اٹھو اور دشمن سے لڑو۔"

پھر اس نے اصحابِ مہلّب کو آواز دی:

"اے وہ لوگو جن کا خون حلال ہے بہت دیر آرام کر چکے اب میدان میں آؤ۔"

لڑائی شروع ہو گئی، سخت ترین جنگ ہوئی، اس جنگ میں مغیرہ بن مہلب قسمت ہی سے بچ گئے۔ عبیدہ بن بلال نے تو اُسے چور نگ کر دیا تھا۔ اور گھوڑے سے اٹھا کر نیچے پٹخ دیا، لیکن قبیلہ ازد کے کچھ نوجوانوں نے اسے بچا لیا، ایک آدمی نے اس سے کہا:

"پہلے ہم اس پر متعجب تھے کہ دشمن نے کس طرح تمہیں اٹھا کر پٹخ دیا، اب اس پر تعجب ہے کہ تم بچ کیسے گئے؟"

رقاد۔ ایک عرب سورما

حجاج نے مہلب کے پاس دو آدمی بھیجے۔ ان دونوں نے حجاج کی طرف سے اُسے تاکید کی کہ خوارج سے فوراً جنگ شروع کر دے۔

مہلب نے اپنے بیٹے یزید سے کہا:

"خوارج کو میدان میں لاؤ۔"

فوراً جنگ کی آگ بھڑکنے لگی۔ ایک خارجی نے مہلب کے ایک لشکری پر حملہ کیا، اور ایسا نیزہ مارا کہ اس کی ران زین میں دھنس گئی۔ مہلب نے حجاج کے آدمیوں سے کہا۔:

"ان لوگوں سے ہم کس طرح جنگ کر سکتے ہیں، جن کی نیزہ بازی کا یہ عالم ہے۔"

اتنے میں مہلب کے لشکر کا ایک بہادر رقاد آیا جس پر مہلب کو ناز تھا، اس کے بدن پر بیس سے زیادہ زخم تھے اور یہ سب قطن کے لگائے ہوئے تھے۔

ایک خارجی عورت کی میدانِ جنگ میں بہادری

یزید بن مہلب نے خوارج کے ایک دستے پر حملہ کیا۔ ایک آدمی قیس

خشنی نے خوارج کے ایک سپاہی پر حملہ کر کے اُسے پچھاڑ دیا، دونوں لڑتے ہوئے زمین پر گر پڑے، قیس چیخنے لگا، کم بختو کیا تم ہم سب کو قتل کردو گے؟ اب جو دیکھا تو اس کا حریف مقابل کوئی مرد نہیں تھا، بلکہ ایک عورت تھی، قیس نے شرما کر گردن جھکا لی۔

یزید نے اس سے کہا:

"تم اس عورت کو مرد سمجھ کر لڑتے رہے اور اس سے بھی نہ لڑ سکے۔"

قیس نے جواب دیا:

"کیسے لڑتا، اگر وہ مجھے قتل کر دیتی تو ساری دُنیا میں یہ مشہور نہ ہوتا کہ ایک عورت نے مجھے قتل کر دیا!"

خوارج کا باہمی اختلاف انھیں لے ڈوبا

مہلب نے خوارج سے جنگ جاری رکھی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ پھر وہ آپس کی پھوٹ کا شکار ہو گئے، اس کا سبب یہ تھا کہ عبیدہ بن ہلال ایک آہن گر کی بیوی کے پاس اس کے گھر جایا کرتا تھا۔ اور بغیر اجازت لئے گھر میں گھس جایا کرتا تھا، لوگوں نے اس بات کی قطری سے شکایت کی، اس نے کہا:

"دین کے اعتبار سے عبیدہ کی جو حالت ہے وہ جانتے ہو اور جہاد کے اعتبار سے اس کا جو پلہ ہے اُسے دیکھ چکے ہو۔"

عبد ربہ الکبیر بنا سردار خوارج

عبیدہ نے اپنی صفائی دینے کی بہت کوشش کی، اور جو الزام لگایا گیا تھا اس کی تردید کی، کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ کچھ نے تکذیب۔ یہاں تک کہ پھر اختلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قطری نے محسوس کیا کہ حالات بہت سنگین صورت اختیار کر رہے ہیں، چنانچہ مقعطر العبدی کے ہاتھ پر بیعت کر لی، لیکن لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے، انھوں نے کہا ہمیں مقعطر کی بیعت پر مجبور نہ کیا جائے، ہم اسے اپنا سردار اور امام نہیں بنائیں گے۔ لیکن قطری نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس بات پر اتنا زیادہ اختلاف بڑھا کہ تلواریں کھنچ گئیں، ایک

آدمی نے صالح بن مخراق پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس قتل نے دونوں مخالف جماعتوں میں شدید تصادم کی صورت پیدا کر دی، اور ہر فریق ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگا۔ قطری اپنے متبعین کے ساتھ طبرستان چلا گیا۔ باقی لوگوں نے عبدربہ الکبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

قطری کے چلے جانے کے بعد مہلب کے کارناموں پر حجاج کا اظہارِ مسرت مہلب خوش خوش اپنی مسند پر بیٹھا تھا، اور اپنے اس کارنامے پر نازاں ہو رہا تھا۔ اتنے میں کچھ سربرآوردہ لوگ آئے۔ انھوں نے بہت زیادہ جوش و خروش کے ساتھ مہلب کی اس حکمتِ عملی پر مبارکباد دی۔ مہلب نے حجاج کو ایک خط لکھا، جس میں اسے یہ خوشخبری سنائی کہ بغیر اس کے کہ ہم تلوار میان سے نکالتے خوارج خود ہی سر پھٹول کر رہے ہیں۔ اس خط میں مہلب نے لکھا کہ اب وہ اس جگہ مقیم ہے جہاں قطری پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ عبدربہ اور اس کے ساتھیوں کی بھی بہت جلد اسی طرح خبر لی جائے گی۔ آخر میں اس نے حجاج سے استدعا کی تھی کہ قطری کے تعاقب میں کسی بہادر آدمی کو روانہ کیا جائے۔

حجاج مہلب کا خط پڑھ کر بے انتہا مسرور ہوا اور اس نے اسے ایک خط لکھ کر ان کارناموں پر مبارک باد دی اور خوارج سے قتال جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ حجاج نے مہلب کا خط پڑھ چکنے کے بعد اپنے اصحاب کو بلایا اور ان سے کہا:

"لوگو! خدا نے تمھیں چار مصیبتوں سے نجات دی، قطری، صالح بن مخراق عبیدہ بن ہلال، سعد بن طلائع، اب صرف عبدربہ الصغیر باقی رہ گیا ہے۔ یا اس

کے چند ساتھی۔ انشاء اللہ یہ لوگ بھی جلد موت کے گھاٹ اتر جائیں گے "۔

مہلب نے تعاقب جاری رکھا

مہلّب کے ہاتھ سے عاجز و درماندہ ہو کر خوارج اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے اور آخر جیرفت میں پہنچے یہاں مہلب نے ان کا محاصرہ کرلیا اور ایسی ناکہ بندی کی کہ کوئی چیز اُن تک پہنچنا دشوار ہوگئی۔ جب محاصرہ نے طول کھینچا تو خوارج اپنے اموال وحرم لے کر جیرفت سے نکلے، اتنی شدید جنگ ہوئی کہ نیزے ٹوٹ گئے۔ تلواریں کُند ہوگئیں، اور کشتوں کے پشتے لگ گئے، اس کے بعد مہلب نے ان کا تعاقب چھوڑ دیا، اور خود جیرفت میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے پھر ان کا تعاقب شروع کیا اور چار فرسخ کے فاصلے پر انھیں جا لیا، صبح سے دوپہر تک جنگ کرتا رہا، پھر لڑائی بند کردی۔

عبدرب کی دل ہلا دینے والی تقریر

عبدرب نے اس موقع پر اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر گویا ہوا:

"اے گروہ مہاجرین قطری اور اس کے ساتھی بقا کے طالب تھے بھاگ گئے۔ تم نے اگر اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کردیا ہے تو چلو دشمن پر لوٹ پڑو، مرجاؤ مگر قدم پیچھے نہ ہٹیں"۔

اس کے بعد عبد رب اپنے ساتھیوں کو لے کر قتال کے لئے نکلا، بڑی شدید جنگ ہوئی۔ اب تک کے تمام معرکے اس معرکہ آرائی کے سامنے گرد ہو گئے۔ حالات نے اتنی نازک صورت اختیار کرلی کہ اصحابِ مہلب میں سے ایک جماعت نے موت پر بیعت کرلی، خوارج اس طرح میدان میں آئے تھے کہ انھوں نے اپنے

جانوروں کی کوچیں کاٹ دی تھیں۔ تاکہ بھاگنے یا فرار ہونے کا ارادہ کریں تو بھی ناممکن ہو جائے، جنگ کا یہ اشتداد دیکھ کر مہلب بھی پکار اٹھا:

"جنگ کے ایسے شدائد سے میں آج تک دوچار نہیں ہوا تھا"

بہر حال لڑائی ہوئی اور بڑی دیر تک جاری رہی، اس جنگ میں مہلب کا پلہ بھاری رہا۔ خوارج کے حصے میں شکست آئی، ان کے بہت سے آدمی قتل ہو گئے۔ مقتولین میں عبد ربہ الکبیر بھی تھا، خوارج کے جو آدمی اس جنگ میں کھیت رہے ان کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ تھی بمشکل سے چند آدمی بچے ہوں گے ورنہ سب کا صفایا ہو گیا۔ مہلب نے ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو کچھ بھی ہاتھ آیا اُسے اپنے تصرف میں لے لیا۔

اپنی نوعیت کا واحد معرکہ

یہ معرکہ جو مہلب اور عبد ربہ الکبیر کے مابین ہوا اپنی نوعیت کا واحد معرکہ تھا، اتنی خوں ریزی کسی ایک جنگ میں شاید ہی ہوئی ہوگی۔ ہر دو فریقین میں سے ہر ایک نے زندگی کے آخری سانس تک لڑنے اور لڑتے رہنے کا حلف اٹھایا تھا، یہی وجہ تھی کہ گو گردنیں کٹ رہی تھیں، جراحتیں پہنچ رہی تھیں لیکن کوئی بھی میدان سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ رزم آرائی زیادہ سے زیادہ ہولناک اور سنگین صورت اختیار کرتی جا رہی تھی، لیکن آخر کار مہلب کو ہی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ تعداد اسلحہ اور تعداد سپاہ کے اعتبار سے حریف مقابل پر اسے بہت زیادہ تفوق حاصل تھا۔

اس کامیابی نے مہلب کا حوصلہ بڑھا دیا، اس کے ساتھیوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ اب تک یہ سمجھا جا رہا تھا کہ خوارج ناقابلِ تسخیر ہیں،